ان من الشعر لحکمة وان من البیان لسحرا

الحمد للہ والمنة کہ این گل سر سبد چمن فصاحت یعنی

دیوان وحشت

نتیجۂ فکر وقاد جناب مولوی رضا علی صاحب

از مطبع شاہزادہ کلکتہ جلوہ ظہور نمود

ان من الشعر لحکمۃ و ان من البیان لسحرا

الحمد للہ والمنۃ کہ این گل سرسبد چمن فصاحت یعنی

دیوان وحشت

نتیجۂ فکر وقاد جناب مولوی رضا علی صاحب

از مطبع ستارۂ ہند کلکتہ جلوۂ ظہور نمود

تا زدیوانم کہ سرمستِ سخن خواہد شدن
این می از قحطِ خریداران کہن خواہد شدن
غالب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱

آئینۂ خیال تھا عکس پُر پرراز کا
طور شہید ہو گیا جلوۂ دلنواز کا

پایہ بہت کیا بلند اُسنے حریم ناز کا
تا نہ پہنچ سکے غبار رہگزر نیاز کا

خستگی کلیم نے نکتہ عجب سُجھا دیا
ورنہ حریف مین بھی تھا اُس مژۂ دراز کا

دیر ملا تھا راہ مین کعبے کو ہم نکل گئے
جذبۂ شوق مین دماغ کسکو ہوا امتیاز کا

بندگی اور صاحبی اصل مین دونون ایک ہین
جسکا غلام ایاز ہے وہ ہے غلام ایاز کا

تو تہی نصیب نے دُور رکھا تو کیا ہوا
بندۂ خانہ زاد ہون اُسکے قدِ دراز کا

شوق ترا ہے موجزن ذوق ترا بہانہ جو
ڈھول نہ دین بھرم کہین پردگیانِ راز کا

مستیِ بیخودی سے یان آنکھ کھلی نہ حشر تک
یعنی یہی جواب تھا نرگسِ نیم باز کا

آہ و فغان کے ساتھ چھا گئی ایک بیخودی
قطعِ زبان ضرور تھا شمعِ زبان دراز کا

خاک مین ملگئے ولے آنکھ اُٹھی نہ شرم سے
ہم سے ہوا نہ حق ادا اُسکی نگاہِ ناز کا

مطربِ خلد کیا سُنائے وحشتِ خستہ کیا سُنے
معتقدِ قدیم ہے زمزمۂ حجاز کا ۱۱

۲

چلا تھا کوی جانان کو جنونِ عشق رہبر تھا
فدای رونقِ آشفتہ دستاری مرا سر تھا

بہارِ دلکشا کرتی تھی کیا کیا گلشن آرائی
تصور مین مرے دن رات خطِ سبزِ دلبر تھا

ہمارے صبر سے پیدا تھا اک عنوانِ بیتابی
کبھی سر کی بھی لیتا تھا خبر جو ہاتھ دل پر تھا

ہمین بیتاب رکھتی تھی ہوای آستان بوسی
ہماری وحشتِ خاطر کا مقصد کوی دَر تھا

تری مستانہ رفتاری سے ظاہر موجِ دریا تھی
تری ہنگامہ آرائی سے پیدا شورِ محشر تھا

نہین آئینِ استغنا حریفِ عجزِ مشتاقے
دلِ آئینہ محوِ بیقراری ہی جو ہر تھا

ستم اغیار کا سہنا مجھے چندان نہ تھا مشکل
اُٹھایا جس نے محفل سے مجھے وہ تیرا تیور تھا

شہیدِ انتظارِ جلوۂ دیدارِ ساقی کو
حریفِ چشمِ واگردیدۂ مشتاق ساغر تھا

تصور اُس مہِ کامل کا تھا کتنا نشاط افزا
مرے سینے کے خمخانے مین اک لبریز ساغر تھا

مصیبت کیسی ہی شبِ ہجران کی کیا کہیے
ہمارے حال پر رونے کو بس اک دیدۂ تر تھا

مزے پائے ہین کیا کیا رات مین خوابِ راحت کے
مرے آغوش مین ای دوست گویا تیرا خنجر تھا

ابد تک دل رہا وحشت خرابِ بادۂ اُلفت
ازل سے مین گرفتارِ شفیعِ روزِ محشر تھا ۱۲

۳

مبارک ہو مجھے موقع فریب تازہ کھانے کا
گیا ہے پھر مرے پیمان شکن نے وعدہ آنے کا

محیطِ عشق مین ہم شور طوفان بنکے اُٹھے ہین
ہمین آتا نہین اندازِ رازِ دل چھپانے کا

ہماری اشکباری دیکھ کر آنسو بہاتے ہین
اُنھین اک شوق سا گویا ہے روتونکو رُلانے کا

تشفیِ دل کی کرلین ایک بار اب کعبہ بھی چلکر
کلیجا کھا گیا غم دَیر مین تجھکو نہ پانے کا

جگہ ایسی نہین کی تھی خیالِ یار نے دل مین
خیال آتا جو کچھ زانوی غم سے سر اُٹھانے کا

تمھاری خاطرِ نازک پہ مجھکو رحم آتا ہے
تماشا دیکھتے ہو تم مرے آنسو بہانے کا!

سکھایا کس لئے پھر تجھکو آنکھونسے نہان رہنا
سکھایا جس نے یہ انداز آنکھونمین سمانے کا

وفورِ اضطرابِ شوق سے شق ہوگیا سینہ
خیال آیا تھا دل مین تجھکو چھاتی سے لگانے کا

خود اُنکی جہد الفت کا کہین پردہ نہ کھل جائے
ارادہ ہے اُنھین میری محبت آزمانے کا

ستم سے اُنکے ہم مرتے ہین اور وہ کشمکش مین ہین
نہ وقت آنکھین چرانے کا نہ موقع مُنھ دکھانے کا

نجا محفل مین ہرگز جاہلون کا ایک مجمع ہے
نہین ہے دورِ وحشت شعر سننے اور سنانے کا

۷

دیر تک شورِ تبسم نمک افشان نرہا
زخم کو دل سے ندامت ہے کہ پنہان نرہا

کون جانے کہ یہ کافر نظری کس کی ہے
خبر اتنی ہے کہ ثابت مرا ایمان نرہا

جان دینے سے مجھے دادِ وفا تھی مطلوب
بیوفا چار گھڑی بھی تو پشیمان نرہا

قابلِ عفو نہ تھا جرمِ تپیدن شاید
سرِ نخچیر جو فتراک کے شایان نرہا؟

بنگیا مین ہمہ تن شیوۂ عجز و تسلیم
مجھکو اندیشۂ بہمیریٔ جانان نرہا

تو ہوا اگر یہ عطا کیا کہ بڑھا ذوقِ طلب ۔ کہہ بھی سکتا ہون کہ دل مین کوئی ارمان نرہا؟

ملگئی وحشتِ دیوانہ کو تھوڑی سی زمین!
اب وہ ہنگامہ سرِ کوچۂ جانان نرہا!

۵

حریفِ دیدۂ دیدار جو کیا ہو حجاب اُٹھ سکا ۔ نگاہِ آشنا ہے مجھکو ہر تارِ نقاب اُٹھ سکا!

غضب ساقی کی بدمستی، ستم جوشِ شباب اُٹھ سکا! ۔ چھلک پڑتا ہے اُسکے ہاتھ سے جامِ شراب اُٹھ سکا!

ہے آئینہ عرق آلودہ تھا پاس حجاب اُٹھ سکا ۔ یہ میری سادگی تھی مین نے ڈھونڈھا جو حباب اُٹھ سکا!

ہزارون اُسکے قدمون پر تھے مشتاقِ گرفتاری ۔ مرے ہی دل کو چھانٹا دیکھنا تو انتخاب اُٹھ سکا

مجسم مہر ہے ہر چند مہر اُسکی بلا نکلی ۔ تری چشمِ حیا پرور کہ عالم ہے خراب اُٹھ سکا

ہے ارزان اسقدر دیدارِ جانان ہم نہ مانینگے ۔ زلیخا کیا سناتی ہے خیال اُسکا ہے خواب اُٹھ سکا

کرم کی ہے نظر اُفتادگانِ خاک پر دائم ۔ محافظ ہے دلون کا طرۂ عالیجناب اُٹھ سکا

نگہ کی تیری بیچینی نے مارا مجھکو اے ظالم ۔ مرے دل مین سما کر پھر رہا ہے اضطراب اُٹھ سکا

ستم ہے قطعِ اُمید، آہ کیسا ہو گیا ٹھنڈا ۔ دلِ شیدا کہ اک طوفان تھا گویا اضطراب اُٹھ سکا

وہ زلفِ خم بخم کب ہاتھ اُٹھاتی ہے مرے سر سے ۔ گرہ ہو کر رہا ہے مرے دل مین پیچ و تاب اُٹھ سکا

کلامِ عرفیِ شیراز ہے تقلید کے قابل
ہمارے ریختے مین دیکھلے وحشت جواب اُٹھ سکا

۶

جب تھا ستم رقیب پہ بندے کا غم نہ تھا ۔ اب اِس ستم رسیدہ پہ صاحب ستم نہ تھا

نازک مزاجیون مین کچھ اُنسے مین کم نہ تھا ۔ وہ لطف ہی نہ تھا کہ جو مجھکو ستم نہ تھا!

شکرِ خدا کہ رہگئی ایمان کی آبرو
بالین پہ وقتِ نزع وہ کافر صنم نہ تھا

ہان حسرتِ ستم کی خلش تھی کوئی تو تھی
تیرے ستمکشیدہ کے سینے مین دم نہ تھا

دیتے غمِ جہان غمِ الفت پہ کیا مجھے
خون کرنے کو جگر کے یہ اندیشہ کم نہ تھا

ہون اب یہ روسیاہ کہ عقبیٰ کا غم نہین
وہ دن گئے کہ جب مجھے دنیا کا غم نہ تھا

چلتا رہا ہمیشہ مین اک طرزِ خاص پر
یعنی فریب خوردہ دیر و حرم نہ تھا

تیرے ہی ذوقِ جلوہ سے وا ہوگئی ہے چشم
یان ورنہ امتیازِ وجود و عدم نہ تھا

اس کارگاہِ ہستیٔ بے اعتبار مین
اچھا رہا وہ جسکو کہ ہستی کا غم نہ تھا

کیا کیا مجھے تغافلِ ساقی کا تھا گلہ
دیکھا تو مین ہی درخورِ لطف و کرم نہ تھا

کس روز تیری کوچے کے پھیرے نہین کئے
کس روز ہمکو ذوقِ طوافِ حرم نہ تھا

اللہ ری دلفریبیٔ اندازِ ضبطِ عشق
اک موجِ خون تھی دل مین اور آنکھون مین نم نہ تھا

احسان ہے طبیعتِ وقت پسند کا
یعنی کہ رہنما کوئی نقشِ قدم نہ تھا

تو مجھسے آشنا نہوا اگر تو کیا ہوا
تیرا خیال میری تسلی کو کم نہ تھا

اُس دشتِ ہولناک سے مجھکو رہا ہے کام
جس راہ مین قدم بھی مرا ہمقدم نہ تھا

اس حُسنِ امتیاز کے قربان جائیے
تھا اک جہان سحر پر اُسے وحشت سے رم نہ تھا

٧

زمین روئی ہمارے حال پر اور آسمان رویا
ہماری بیکسی کو دیکھکر سارا جہان رویا

من جب نکلا چمن سے شبنم آسا گلستان رویا
اُداسی چھا گئی ایسی خود آخر باغبان رویا

نہ آیا رحم کچھ بھی آہ دل مین اُس ستمگر کے
ہماری جبہہ سائی کے اثر سے آستان رویا

ہر اک عضوِ بدن ماتم کُنان ہے دل کی جانے سے
ہوا یوسف جو گُم تو کاروان کا کاروان رویا

خلل افگن تری بزمِ طرب مین کون ہو ظالم
ہُوا کیا گر ترے کوچے مین کوئی تفتہ جان رویا

مرے آنسو تری بیداد کا پردہ نہ کھولین گے
عبث یہ بدگمانی ہے مین کب رویا کہان رویا؟

عدو خوش ہون ہُون اے بیمروت تیری محفل مین
مرا تو حال یہ ہے جب کبھی آیا یہان، رویا

ستم ہے شوکتِ اسلام کا برباد ہو جانا
سُنی جس نے یہ اندوہ والم کی داستان، رویا

جفای دشمنان اور بیوفائیہاے یاران سے
بہت غمدیدہ ہو کر وحشت آزردہ جان رویا

غیر ہی کا غم ترا ہمدم رہا
وای وہ دل جسمین ترا غم رہا!

بیکسی پہرون تماشائی رہی
تیرے کُشتے پر عجب عالم رہا

کس لئے مجلس کی مجلس ہے اداس
دیر تک شاید مرا ماتم رہا

سُن چکا ہون ماجرای حسن و عشق
بیشتر کارِ جہان برہم رہا

اُس صنم کی بے نیازی ہای ہای
مضطرب کتنا لبون پر دم رہا!

عالم وارفتگی کی کیفیت
کیا کہون ہمدم کہ اک عالم رہا

دہر فانی تھا عجب عبرتکدہ
دیدۂ اہل نظر پُرنم رہا

عشق کی خانہ خرابی کچھ نہ پوچھ
حسن کا مجموعہ بھی برہم رہا

ہای تیری آشنا بیگانگی ہے
مدتون مین بھی ترا محرم رہا

ای زہے دردِ فراقِ جانگداز
خاطرِ محزون مین جو پیہم رہا

اشکِ بلبل پر نہ رونا آے کیون
روئ گل شرمندۂ شبنم رہا!

ہای وہ عالم کسی کے حُسن کا
دیدنی تھا مجھپہ جو عالم رہا!!

مژدۂ عشرت تجھے ای زلفِ یار
حال میرا ابھی بہت برہم رہا

پھر گئی جسدن سے ساقی کی نگاہ
لطف مے سے ذوق مجھکو کم رہا

گاہ وہ دشمن بنا اور گاہ دوست
ربط یون بھی کچھ دنون باہم رہا

مجھکو اُتنا ہی رہا اُس سے لگاو
جسقدر کافر کو مجھسے رم رہا

دای وضع وحشت وحشی مزاج
جس سے اُس نا آشنا کو رم رہا

٩

مجھکو یہ جوشِ بہار اکدن خزان ہوجائیگا
موجِ گُل کا جلوہ برقِ آشیان ہوجائیگا

سوزِ پنہانی مرا تجھپر عیان ہوجائیگا
دردِ دل حد سے سوا ہو کر زبان ہوجائیگا

مجھ سے گر حالِ زبون میرا بیان ہوجائیگا
نغمۂ نَے تیری محفل مین فغان ہوجائیگا

آنکھ جب پڑ جائیگی آنسو رواں ہوجائیگا
اک بلا تجھکو مزارِ کشتگان ہوجائیگا

جب سبکروحون کو بارِ غم گران ہوجائیگا
ہای ساقی کعبۂ امن و امان ہوجائیگا

سبزۂ تربت زبانِ سبحہ خوان ہوجائیگا
مقتلِ عشاق مسجودِ جہان ہوجائیگا

رحم آجائیگا کچھ مجھکو بھی اپنے حال پر
جس گھڑی اغیار پر تو مہربان ہوجائیگا

جب تری بیگانہ خوئی کا کرونگا مین گلہ
دیکھنا دشمن بھی میرا ہمزبان ہوجائیگا

دل اگر بیتاب ہوکر قید سے نالان ہوا — عقدہ تیری زلف کا مُہرِ دہان ہوجائیگا

اک جہان نامہربان گر ہی تو ہو کچھ غم نہین — مہربان سمجھو نگا گر تو مہربان ہوجائیگا

مین سبکسر بنکے یون گرتا نہ قدمون پر ترے — مجھکو کیا معلوم تھا تو سرگران ہوجائیگا

گر ستمہای تغافل کا یہی عالم رہا — غنچۂ دل ایک زخم خونچکان ہوجائیگا

ڈر خدا سے، بیزبانی پر شہیدون کی نہ جا — تیرا کوچہ محشرستانِ فغان ہوجائیگا

شوق کا عالم مرے دیکھا نہین تونے ہنوز — بے حیا تجھکو، حیا کا امتحان ہوجائیگا

مضطرب تو بھی ہوا اچھا سا تو دلکا اضطرا — باعث تسکینِ جانِ ناتوان ہوجائیگا

ہے خرابی خانمان کی فرض ورنہ ای جنون — مانع ذوق خرابی خانمان ہوجائیگا

پیچھے پیچھے تیرے ہوگا اہل فن کا قافلہ
وحشت اکدن تو ہی میرِ کاروان ہوجائیگا

ای اہلِ وفا خاک بنی کام تمھارا — ۱۰ آغاز بتا دیتا ہے انجام تمھارا

جاتے ہو کہان عشق کی بیداد کشو تم — اُس انجمن ناز مین کیا کام تمھارا

ای دیدہ و دل کچھ تو کرو ضبط و تحمل — لبریزئ شوق سے ہے جام تمھارا

ای کاش مری قتل ہی کا مژدہ وہ ہوتا — آتا کسی صورت سے تو پیغام تمھارا

وحشت ہو مبارک تمھین بدمستی و رندی
جز عشق بتان اور ہے کیا کام تمھارا

قدم اُٹھتا ہی نہو جب تو سفر کیا ہوگا — ۱۱ اور جو گھر مین نہین دلدار تو گھر کیا ہوگا

گرمیٔ داغ سے اپنا تو جگر سوکھ گیا — اس طراوت سے تری دیدۂ تر کیا ہوگا
تیری دیوار مگر اس کی خبر کو پہنچے ؛ — تیرے در کا نہوا سنگ تو سر کیا ہوگا
چشمِ طوفان زدہ! اشکونکی روائی کبتک؟ — جگرِ خون شدہ! نالون کا اثر کیا ہوگا؟
ہے ترے وصل کو در کار فنا کی تعلیم — قطرہ دریا سے گریزان ہے گہر کیا ہوگا
حالِ دلسوختگانِ ستمِ کم نظرے — ای زیارت گہِ اربابِ نظر! کیا ہوگا
پاسِ منظور ہی اس پردہ نشین کا مجھکو — تیری امداد سے ای روزنِ در کیا ہوگا

وسعتِ فہم سے بارون کہ ہے وحشت آگاہ
اس ستمدیدہ سے اظہارِ ہنر کیا ہوگا

۱۲

سنگِ طفلان فدای سر نہوا — آج اُس کوچے مین گزر نہوا
ہم بھی تھے جوہر گرانمایہ — پر کوئی صاحبِ نظر نہوا
امن عالم مین کیون نہین یارب — اسکے قابل مگر بشر نہوا؟
بیکسی پردہ دارِ درد ہوئی — خیر گزری کہ اپنا گھر نہوا
قدردانی کی کیفیت معلوم — عیب کیا ہے اگر ہنر نہوا
نذرِ فصل بہار کیا کیجیے — ابکے وہ ایک مشتِ پر نہوا

سر جھکائے جو آتے ہو وحشت
مگر اُس بزم مین گزر نہوا ؛

۱۳

گھر کے آئی ہی سہی، ابر کا باران ہونا — جمع ہونا ہی ہے خاطر کا، پریشان ہونا

دیدۂ یار سے جب تک کہ نہ ٹپکے آنسو
ہم کو تسلیم نہین چشم کا گریان ہونا

دستِ رندان خرابات مین آیا ہوتا
تھا جو واعظ کے گریبان کو گریبان ہونا

دل کہ اِک عمر ترا میکدۂ ناز رہا
ہای اُس خانۂ آباد کا ویران ہونا!

اللہ اللہ یہ کافر نظری کا عالم
زیب دیتا ہے تجھے دشمنِ ایمان ہونا!

مجھے جرأت نہ تجھے کچھ سر و برگِ پرسش
ایسی مشکل کا تو دشوار ہے آسان ہونا

منتِ سیرِ چمن، طوقِ گلوی قمری
ای دل و دیدہ نہ شرمندۂ احسان ہونا

چاہیے صاحبِ اسلام مین تسلیم کی خو
کہ مسلّم ہو مسلمان کا مسلمان ہونا

مُنھ دکھایا ہی نہین سامنے آیا ہی نہین
ہای ظالم کا جفاؤن سے پشیمان ہونا

دل کو مرغوب، ہدف تیر کا تیرے بنتا
سر کو منظور، تری تیغ کے قربان ہونا

درد کو چاہیے پہلو مین، جگر خون کرنا
زخم کو چاہیے دل مین، ستمِ جان ہونا

مشغلہ آہ کا، نشتر برگِ جان کرنا
کام نالے کا، جگر مین شرر افشان ہونا

مطلبِ دل، طلبِ دوست مین گم ہو جانا
مقصدِ دیدۂ رُخِ یار کا حیران ہونا

کیا نظر آئے اُسے جسکو نظر آیا ہو
تیرے رُخ پر تری زلفون کا پریشان ہونا!

تیرے اندازِ سخن سے ہے یہ ظاہر وحشت
کہ مقدر ہے ترا غالب دوران ہونا

۱۹

کبھی جمعیتِ دل کا سر و سامان نہوا
اپنا مہمان وہ بتِ طرہ پریشان نہوا

دل تری زلف سے کیا سعیٔ رہائی کرتا
دام مین طائرِ پر بستہ پر افشان نہوا

گر گئے میری نظر سے مرے دین و ایمان
در پئے دین جو وہ غارتگرِ ایمان نہوا

ایسے رونے پہ مجھے آئے نہ رونا کیونکر
پارۂ دل کوئی زیبِ سرِ مژگان نہوا

ہے جو شوخی مین حیا تو ہے حیا مین شوخی
تیرے انداز کا مجموعہ پریشان نہوا

سُرمہ کس روز تری چشم کا مقتول نہ تھا؟
آئینہ کب ترے رخسار کا حیران نہوا؟

آہ اُس آہ کو کہیے کہ جو لب تک نہ گئی
داغ اُس داغ کو کہیے جو نمایان نہوا

سببِ عار ہے وہ چشم کہ گریان نہوئی
باعثِ ننگ ہی وہ زخم کہ خندان نہوا

علمِ آدابِ محبت مین بلا تھا وحشت
کشتۂ درد ہوا درد سے نالان نہوا!

۱۵

عدو سے ترکِ الفت مہربان کیا ہو نہین سکتا
نہ کہنا پھر کبھی ایسا کہ ایسا ہو نہین سکتا

مٹے داغِ وفا دل سے گوارا ہو نہین سکتا
مریضِ عشق اچھا ہو کہ اچھا ہو نہین سکتا

مجھے دو بوسہ تم اتنی مروت آ نہین سکتی
طلب تم سے کرون مین یہ تقاضا ہو نہین سکتا

ستم ہے تم رقیبون سے نظر ملتے ہی کُھل کھیلے
قیامت ہے مین سمجھا تھا کہ ایسا ہو نہین سکتا

خیال اُسکو اِسی کا ہے کہ رسوائی نہو تیری
ترا دیوانہ ایسا ہے کہ رسوا ہو نہین سکتا

عدو کہتا ہے وہ تجھپر عنایت کر نہین سکتے
جو چاہو بندہ پرور تم تو یہ کیا ہو نہین سکتا؟

نمک افشانیان پھر کیون تبسمہائے پنہان کی
مرے زخمِ جگر کا گر مداوا ہو نہین سکتا

یہ تو معلوم ہے پورا ہی ہوگا وصل کا وعدہ
مگر تم اس طرح کہتے ہو گویا ہو نہین سکتا

نہ دیکھے کوئی یارب دوست کو دشمن کی صحبت مین
یہ ایسی سیر ہے جسکا تماشا ہو نہین سکتا

۱۶

چھپے بھی بیٹھے ہو پردے مین نظارے بھی ہوتے ہین
اُٹھا بھی دو کہین پردہ جو پردہ ہو نہین سکتا

دلِ بیتاب کی خونگشتگی سی کھل گیا وحشت
کہ شکرِ بیکسیہای تمنا ہو نہین سکتا

دل رفتہ رفتہ خوگرِ آزار ہو گیا
غم تھا بہت مجھے وہی غمخوار ہو گیا

تھا شوقِ پای بوس بھی ہنگامہ آفرین
وہ شوخ خوابِ ناز سے بیدار ہو گیا

جانِ حزین نکل ہی گئی کشمکش کے ساتھ
سختی کشِ فراق سبکبار ہو گیا

نے چشمِ التفات ہے نے خنجرِ عتاب
جینا تمھاری عشق مین دشوار ہو گیا

اب عام ہے وہ لطف کہ تھا خاص میرے ساتھ
جو دلنواز تھا وہ دل آزار ہو گیا

تھا حسنِ خود فروش کچھ ایسا ہی دلفریب
مین جی کو بیچ کر جو خریدار ہو گیا

مین سادہ لوح واقفِ رسمِ بتان نہ تھا
اقرارِ عشق کر کے گنہگار ہو گیا

وہ دل کہ تھا حریفِ ستمہای روزگار
آخر کو پائمالِ غمِ یار ہو گیا

وحشت درازدستیِ زلفِ صنم نہ تھی
مین آپ بیخودانہ گرفتار ہو گیا

نہ مین خواہان ہون دولت کا نہ مین جویا ہون شہرت کا
میسر ہو تو ہان طالب ہون اک تھوڑی سی راحت کا

زبانِ بیزبانی کہہ رہی ہے داستان میری
شکایت سنج ہو نہین کس کی جورِ بے نہایت کا

فلک بیمہر، دلبر بیوفا، اور اپنی یہ حالت
خدا جانے ہے کیا انجام میری شامِ محنت کا

تری گفتار کرتی ہے لبون سے شوخیان کیا کیا
ہے تیرا ناز خود مقتول اس اندازِ لکنت کا

یہ دستِ ناز مین اور اُسمین خنجر کیا قیامت ہے
خدا کے واسطے۔ تم خون کرتے ہو نزاکت کا!

ترے قربان! تیرا ای نگاہِ ناز کیا کہنا
تو دم مین فیصلہ کر دیتی ہی کتنون کی قسمت کا

سراپا آرزو ہون درد کو درمان سمجھتا ہون
محبت مین جگر کو رشک ہے دل کی جراحت کا

شکایت کیا کرون اُن قہر آلودہ نگاہون کی
ابھی بھولا نہین احسان تری چشمِ عنایت کا

دل و دین کھو کی ہم نی خوب اُٹھای لطفِ آزادی
اُڑا دینا ہی ہمکو راس آیا اپنی دولت کا

چمن سی جس گھڑی وہ یوسفِ گل پیرہن نکلا
چلا بیتاب ہو کر کاروان پھولون کی نکہت کا

ہزارون آرزوئین میری نظرون سی ٹپکتی ہین
کہون کیا کسقدر مشتاق ہون مین تیری صورت کا

ملی وحشت کی داد آخر شرارِ سنگِ طفلان سے
ہوئی راحت مرے تن کو مزہ پایا جراحت کا

یہ کیا اندھیر ہی نزدیک رہ کر دُور ہون تجھسے
مری صبح وطن مین رنگ نکلا شامِ غربت کا

نہین کھلتا کہ اب کیون نیند راتون کو نہین آتی
نظر آیا ہے مجھکو خواب گویا خوابِ راحت کا!

نہ وان پرواہ پُرسش ہی نہ یان تابِ تکلم ہے
سراپا ہے کوئی تمکین کوئی آئینہ حیرت کا

الگ رکھا ہی دنیا مین مری وحشت نے دنیا سے
مزہ آتا رہا ہے انجمن مین مجھکو خلوت کا

تو پوچھے یا نہ پوچھے مجھکو یہ سودا مبارک ہو
یہ کیا کم ہے کہ دم بھرتا ہون مین تیری محبت کا

ہمارے سامنے وہ آنکھ دشمن سی لڑاتی ہین
وفا پر مٹتی ہے خون ہوتا ہے مروت کا

جو شیخِ دخل منظور ہی وحشت محبت مین
نکر نا یار کے آگے کبھی اظہار الفت کا

۱۹

نزاکت سی اگر سر رشتۂ مہر و وفا چھوٹا
تو کیون اُس دستِ نازک سی نہ پھر رنگِ حنا چھوٹا

۱۸

کہان کا قبلہ کیسا کعبہ کس کا سر کہان سجدہ — چھٹا دونون جہان جبدن سی تیرا نقش پا چھوٹا

وہ شوخِ سرو قد بگڑا غلام پیر سے اپنے — جدا ہوتا تھا اُسکا ہاتھ سی گویا عصا چھوٹا

ہوئی گر گفتگو اُس سی نہ آئی بات مطلب کی — گیا تحریر اگر نامہ تو حرف مدعا چھوٹا

چلی بیتاب ہو کر پیچھے پیچھے بوی گل وحشت
اگر دست چمن سی دامنِ باد صبا چھوٹا

١٩

عبث تھی مدعا طرازی نہ تھا جو مقدور جستجو کا — ہوا ہون مجروحِ ناامیدی خراب ہو خانہ آرزو کا

نگاہ کتنی ہی بیکسانہ ٹپک رہی ہی بلا کی حسرت — صدا ہے گویا مری خموشی شہید ہون شوق گفتگو کا

وصال اُس سبز خط جوان کا نصیب ہووے مجھے سبز دکو — خزان سی پژمردہ ہو نہ جاے ہر بھرا باغ آرزو کا

دل و جگر خون کر رہی ہے سرورِ عشرت کی ناتمامی — شرابخانے مین تیری ساقی ہی کام کیا ساغر و سبو کا

کبھی مین گستاخ تھا تپش مین کبھی مین رد مین بے محابا — نہ ڈھنگ آیا نماز ہی کا نہ کچھ سلیقہ مجھے وضو کا

بنے گا ذوقِ عطا خود اُسکا محرکِ آشنا نوائی — طلب کی خاطر دراز کرنا ضرور کیا دست آرزو کا

ز باغ میخانہ بیخودی کا، نگاہ آئینہ تحیر
عجیب کیفیتین ہین وحشت فریب خوردہ ہون رنگ و بو کا

ردیف بای موحدہ

٢٠

اُس شوخِ بذلہ سنج کے فقرون کا کیا جواب — ہر نکتہ انتخاب ہی ہر بات لاجواب

ہر چند مجھپہ باندھ دیا گالیون کا جھاڑ — خوش ہون کہ میری بات کا اُسنے دیا جواب

منظور مجھکو چھیڑ ہے تحریرِ نامہ سے
یہ جانتا ہون مین کہ وہ اور نامہ کا جواب!

آہ و فغان و نالہ و فریاد تا کجا
آخر دلِ شکستہ نے بھی دیدیا جواب

پنہان ہے کچھ سوال کسی کی نگاہ مین
کیا ہو جو دے تو ای نگہِ آشنا جواب!

ناکامِ اشتیاق کوئی مر ہی کیون نجائے
خاموشی ہی سے دینگے وہ ہر بات کا جواب

اُس بدزبان کے طعنون کو وحشتؔ سنا کیا
جز اشک ریزی اور نہ کچھ بن پڑا جواب!

ردیف بای فارسی

۲۱

لغزش ہی کچھ قدم مین ہین کچھ بیخبر سے آپ
آتے ہین میرے ناصحِ مشفق کدھر سے آپ

ہین مست بوی زلف سے اربابِ بو شناس
آلودہ اُسکو کرتے ہین کیون مشکِ تر سے آپ

ہے آپ کا تو دوست ہمارا عدو سہی
کیونکر کہین کہ آتے ہین دشمن کے گھر سے آپ

گل کا برا تھا حال گلستان مین رشک سے
کیا کہہ رہے تھے صبح نسیمِ سحر سے آپ

اندیشہ ہے عبث تمھین بزمِ رقیب مین
ہم تو پناہ مانگتے ہین شور و شر سے آپ

عاشق کی موت ہو گئی گویا نویدِ عیش
کس درجہ شادکام ہوئے اِس خبر سے آپ

رسوا کیا ہے طالعِ برگشتہ نے مجھے
شرمندہ میرے نالے ہین اپنے اثر سے آپ

دل ہے شکستہ حال جو بہتی ہے سیلِ خون
کیون بے سبب خفا ہین مری چشمِ تر سے آپ

از بسکہ محوِ لذتِ وارفتگی تھے ہم
یک چند بیخبر رہے اپنی خبر سے آپ

یہ لوگ خاص قدر شناسِ کمال ہین — جائین نظر چُرا کے نہ اہلِ نظر سے آپ

وحشت کہی ہے خوب یہ آزاد نے غزل
"کس نے کہا کہ آتے ہین دشمن کے گھر سے آپ"

ردیف تای فوقانی

یاد وہ ایام جب کعبہ مرا تھا کوی دوست — شوق مجھکو ہر طرف سے کھینچتا تھا سوی دوست

یاد وہ ایام جب رہتے تھے باہم آشنا — میرا دست اشتیاق اور طرۂ گیسوی دوست

یاد وہ ایام جب رہتا تھا مین محوِ نماز — سجدہ ہوتا تھا مرا پیشِ خمِ ابروی دوست

یاد وہ ایام جب دیوانگی کرتی تھی زور — تکیہ ہوتا تھا سرِ شوریدہ کا زانوی دوست

یاد وہ ایام جب رہتا تھا مین غرقِ خیال — جسطرف کرتا تھا رُخ آتی تھی ہیہم بوی دوست

یاد وہ ایام وہ شوقِ شہادت کا جنون — مست کر دیتی تھی مجھکو جنبشِ بازوی دوست

یاد ہے وحشت تجھے آتش کی وہ پیاری غزل
تار تارِ پیرہن مین بس رہی ہے بوی دوست

ردیف تای ہندی

لگاؤ نہ جب دل تو پھر کیون لگاوٹ — نہین مجھکو بھاتی تمھاری بناوٹ

پڑا تھا اُسے کام میری جبین سے — وہ ہنگامہ بھولی نہین تیری چوکھٹ

یہ تمکین ہے اور لب ہون جانِ تبسم! — نہ کھل جاے ای شوخ تیری بناوٹ
مین دھوکھے ہی کھایا کیا زندگی مین — قیامت تھی اُس آشنا کی لگاوٹ
سویدا ہی گویا دلِ عاشقان کا — ترے لب پہ کافرمسی کی دُھاوٹ

ٹھکانا ترا پھر کہین بھی نہوگا ٭٭
نہ چھوٹے کبھی وحشت اُن مُٹ کی چوکھٹ

ردیف ثاۓ مثلثہ

ہمسے حکایتِ مہرووفا عبث — مین نے کہا "شہید ہون تیرا" کہا "عبث"
یہ شرطِ آشنائی و شرطِ وفا نہ تھی — نکلی شکستِ شیشۂ دل کی صدا عبث
غمزے نے پہلے ہی مرے دل کو اُڑا لیا — تھی گھات مین تری نگہِ دلربا عبث
امید جب گئی تو تمنّا کو بھی سلام — یہ کاروبارِ نالۂ حسرت فزا عبث
اکبار دیکھ جائین تو اپنے مریض کو — لو وہ بھی کہتے ہین کہ ہے اسکی دوا عبث!
رنج و الم کے وقت دعا کو نہ بھول تو — ای بیخبر ز راز! نہین ہے دعا عبث
بیگانگی سے پہلے ہی دل خون ہوچکا — اب ہے ترا کرم نگہِ آشنا عبث!
دُکھڑا اُسنانے کو در و دیوار کیا نہ تھے؟ — حالِ دلِ ستم زدہ اُس سے کہا عبث!

بدلا ہوا مذاقِ سخن ہے زمانہ کا
محوِ غزل ہے وحشتِ رنگین نوا عبث

ردیفِ جیمِ تازی

۲۵

پھر دل کو شوقِ نالۂ وحشت اثر ہی آج
یعنی جنونِ غمزدہ پھر جوش پر ہے آج

سرتا قدم چمن ہوں کہ ذوقِ نظر ہی آج
دل بھی فریب خوردۂ داغِ جگر ہے آج

آئے ہیں غیر مجھکو ستانے کے واسطے
غیرت تری مرے ستم آرا کدھر ہے آج

اندوہ و غم سے رات کلیجا جلا کیا
بادِ سموم مجھکو نسیمِ سحر ہے آج

اپنا تو دل ہے خون زمانے کے رنگ سے
جسکا شمار عیب میں کل تھا ہنر ہے آج

کیا صبر پڑ گیا کسی شوریدہ بخت کا
کچھ زلفِ خم بخم تری آشفتہ تر ہے آج

وحشت ہے پھر ہوای سیہ مستیٔ قدیم
پھر دل کو شوقِ نالۂ وحشت اثر ہی آج

ردیفِ جیمِ فارسی

۲۶

بیتاب نہو دیکھ دلِ زار! ذرا سوچ!
ای تازہ محبت کے گرفتار! ذرا سوچ!

انجام ہو کیا دیکھئے اس کوہکنی کا
فرہاد ترا کام ہے دشوار! ذرا سوچ!

دل یوں نہیں تو جلتا ہی کہیں خاک نہو جائے
انجام کو ای آہِ شرربار ذرا سوچ!

بلبل! ہے پسِ موسمِ گل فصلِ خزاں بھی
ای صحنِ گلستان کے گرفتار ذرا سوچ!

مطلب ہے خرابی جو مری خانۂ دل کی
اس کام کے انجام کو ای یار ذرا سوچ

کہہ بیٹھہ نہ کچھ جس کا نتیجہ ہو ندامت | گفتار کا مضمون دمِ گفتار ذرا سوچ

وحشت ہی تجھے درد کے درمان کی تمنا
نادان یہ ہے عشق کا آزار ذرا سوچ!

ردیفِ حای حطی

٢٢

گدای میکدہ ہون سر مین ہی ہوای قدح | مجھے نصیب نہ یارب ہو کچھ سوای قدح
شگفتگی ہی عیان مثلِ خندہ ساقی | نشاط خیز ہے کیا روی خوشنمای قدح
شرابخانے کی ہو خیر محتسب آیا | ہمارے ہی سر آئی پڑے بلای قدح
مُراد ہے کہ صبوحی مجھے ملے دائم | وظیفہ سحری ہے مرا دعای قدح
مین خاکپای خراباتیان ہون ای ساقی | زہے نصیب! مری لب ہون آشنای قدح!
نسیمِ کوی طرب، بوی مشکسای شراب | جمالِ روی صنم، طرزِ دلربای قدح

قدیم خادمِ بزمِ شراب ہون وحشت
نثارِ شیشہ ہے دل اور سر فدای قدح

ردیفِ خای معجمہ

٢٣

کنار و بوس مین کچھ ان سے مین ہوا گستاخ | کہ آشنا ہی سے ہوتا ہے آشنا گستاخ
شراب نے یہ مزے کی دکھائی کیفیت | وہ بیحجاب بنا اور مین ہوا گستاخ

کہان گئی مری غیرت الٰہی ٹوٹین ہاتھ
کہ اُسکی زلف سے ہونے لگی صبا گستاخ

خفا نہو جو ترے رہگزر سے ای ظالم
غبارِ کشتۂ رفتارِ ناز اُٹھا گستاخ

تو آپ کو جو نہ کھینچے تو کیون بڑھاؤن ہاتھ
ترے حجاب ہین لئے ہی تو مجھے کیا گستاخ

طلب مین وصل کے کیا کیا مجھے تقاضے ہین
گدا کی آئی ہے شامت کہ ہی گدا گستاخ

یہ انقلاب تو دیکھو کہ رزقِ دندان ہی
وہ لب کہ بوسۂ روی تابان مین تھا گستاخ

حریفِ عرش سرِ پُر غرور ہے میرا
کہ ایک عمر قدم سے ترے رہا گستاخ

چڑھائینگے اُسے ڈھب ہنر سے ہم وحشت
کہ ہوتے جاتے ہین ہر دن ذرا ذرا گستاخ

ردیف دال مہملہ

٢٦

ازل مین دردِ محبت کی جب پڑی بنیاد
ہمارے قلب نے آواز دی "مبارکباد"

رہیگا کوچۂ جانان مین اپنا رہنا یاد
ہماری خاک نہ کیا کیا یہان ہوئی برباد

عجیب حال ہے اپنا بھی ای دلِ ناشاد
نہ مجھکو تابِ خموشی نہ طاقتِ فریاد

ہے مشقِ جور مین بیداد گر اُدھر مصروف
اِدھر یہ رنگ کہ ہون محوِ لذتِ بیداد

زہے لطافتِ تقریر اُسکا ہر فقرہ
ہے حسنِ طرز مین ہمرنگِ مصرعۂ اُستاد

نگارخانۂ امید اس سے روشن ہے
تجلیِ رخِ جانان ہے مجھکو صبحِ مراد

دلِ شکستہ نہین اب بقیدِ محسوسات
نہ شکرِ لطف ہی مجھکو نہ شکوۂ بیداد

نسیم دشمن و گل دشمن و چمن دشمن
بھلا ہوا کہ مرا آشیان ہوا برباد

نبھیگی خوب کہ جدت پسند ہون خود بھی
سُنا ہے مین نے کہ وہ شوخ ہے ستم ایجاد

مجھے تو عشق سے بس عشق ہی تمنا ہے
چلا ہون کوچہ جانان مین ہر چہ بادا باد

کہان کا امن مجھے اور کہان کی آسائش
جو چشم تر رہے اور دل کیا کرے فریاد

اگر کسی نے محبت کی داستان چھیڑی
مجھے وہین دلِ گم گشتہ اپنا آیا یاد

خبر رہی نہ مجھے اپنے حال کی لیکن
یہ جانتا ہون کہ دشمن ہوئے ہین میری شاد

جنون مجھے سوی ویرانہ کھینچ کر لیجائے
خدا کرے دل ویران مرا ہو پھر آباد

بقول میر عجب صید ہم بھی ہین وحشت
کشش نہ دام کی دیکھی نہ کوشش صیاد

ہوا ہے خلق زمین و زمان برای محمدؐ
وگرنہ چاہیے تھا حق کو کیا سوای محمدؐ

رضای حق ہے اگر کچھ ہے مدعای محمدؐ
خدا کو بھی یونہین منظور ہے رضای محمدؐ

نہ ہے مجال فرشتے کی نے بشر کی یہ طاقت
جو ہو تو خالق اکبر سے ہو ثنای محمدؐ

ہے طیبِ طیبہ سے اب تک مشام خلق معطر
زہے طراوت گیسوی مشکسای محمدؐ

حلاوت اُسکی نشاطِ لب و دہن کی ہے ضامن
روانِ ناطقہ ہے نام دلربای محمدؐ

ہو آشنای حقیقت کسی طرح نہین ممکن
وہ چشم جس مین نہین حسرتِ لقای محمدؐ

اگرچہ جرم مجسم ہون نا اُمید نہین ہون
ہزار شکر کہ وحشت ہون خاکپای محمدؐ

ردیفِ ذالِ معجمہ

خط لکھنے کو جو مانگون ای خطِ یار کاغذ
ہو مشک ریز خامہ، ہو مشکبار کاغذ

خاک اُسکو نامہ لکھون بیتاب ہون نے مارا
دل کی تپش سے اپنے ہے بیقرار کاغذ

نامے کو پرُزے پرُزے غصّے سے کیجیے کیون
اِسکا گناہ کیا ہے، کاغذ ہے یار کاغذ

مشتاق ہے قلم کا، بیتاب ہو رہا ہے
ہے وصف کا کسی کے اُمیدوار کاغذ

حال اُسکو کیا مین لکھون زخمِ خدنگِ غم کا
ای خاطرِ مشبک، ہوگا فگار کاغذ

ہے اضطرابِ دل کی تحریر بھی قیامت
قاصد کے ہاتھ مین ہو بے اختیار کاغذ

وحشت جنون کے دن مین کیا شعر لکھ رہی ہو
لیجائیگی اُڑا کر بادِ بہار کاغذ

ردیفِ رای مہملہ

آہِ شب نالۂ سحر لیکر
نکلے ہم توشۂ سفر لیکر

شغل ہے نالہ کچھ مراد نہین
کیا کرون ای فلک اثر لیکر

تیری محفل کا یار کیا کہنا
ہم بھی نکلے ہین چشمِ تر لیکر

آپ مین نے دیا دل اُس بت کو
جھک گئی شاخ خود ثمر لیکر

تھا قفس کا خیال دامنگیر
اُڑ سکے ہم نہ بال و پر لیکر

ای مرے اشک بہ چلا تو کدھر
لختِ دل پارۂ جگر لیکر

وحشت اُس بزم مین رہے تھے رات
صبح نکلے ہین دردِ سر لیکر

۳۳

اُٹھ نہ سکا قدم مرا خانۂ یار دیکھکر
رہ گئی چشمِ آرزو نقش و نگار دیکھکر

بزمِ نشاط سے کبھی مجھکو بھی تھی مناسبت
آج ہوئی ہے چشم تر ابر بہار دیکھکر

رشک کہان حسد کسے اور مجھے خوشی ہوئی
غم مین ترے رقیب کو سینہ فگار دیکھکر

خوب نہین یہ اختلاط کھیل نہین ہے دوستی
ای غمِ یار! سوچکر ای دلِ زار! دیکھکر

حالِ چمن خزان مین بھی ایسا کبھی ہوا نہ تھا
اپنا جو حال ہو گیا رنگِ بہار دیکھکر

اپنے اسیر کو اگر قتل کیا تو کیا ہوا
دل ہو ترا اُداس کیون سوی مزار دیکھکر

اُن سے اُمید کیا رکھون رحم نہ آئے جب اُنھین
سینے کو چاک دیکھکر دل کو فگار دیکھکر

طبع کی ہای نازکی عشق مین بھی غیور ہون
دل مین ترے جگہ نہ کی مین نے غبار دیکھکر

جتنے ادا شناس تھے ہو گئے مست بے پیے
ساقیِ بزمِ ناز کو بادہ گسار دیکھکر

خاک پہ میری نوحہ گر میری ہی بیکسی رہی
آج صبا بھی آئی ہے شمعِ مزار دیکھکر

وحشتِ خستہ ہان سنا مجھکو وہ شمس کی غزل
"رونے لگے وہ زار زار سوی مزار دیکھکر"

۳۴

کسی صورت سے اُس محفل مین جاکر
مقدر ہم بھی دیکھین آزماکر

تغافل کیش مین نے ہی بنایا
اُسے حالِ دلِ شیدا سناکر

اُٹھا لینے سے تو دل کے رہا مین — تو اب ظالم وفا کر یا جفا کر

ترے گلشن مین پہنچے کاش اکدن — نسیمِ آشنائی راہ پاکر

خوشی اُنکو مبارک ہو الٰہی — وہ خوش ہین خاک مین مجھکو ملاکر

دہن ہو رشک سی غنچے کا پُر خون — اُدھر دیکھا تھا تم نے مُسکراکر

وہ شرماتے ہین سنکر وصل کا نام — رہا ہون مین جو چُپ تو بات پاکر

ہوا وہ بیوفائی مین مسلّم — نشانِ تربتِ عاشق مٹاکر

گناہ اپنے مجھے یاد آئے وحشت — خجل سا رہگیا مین ہاتھ اُٹھاکر

تو ہے آزردہ پئے طرب مرے غم سی چشم کو تر نکر — مری خستگی سی حزین نہو مری بیکسی پہ نظر نکر

نہ اُٹھا ای خروشِ سحر گہی غمِ نیم شب تو اثر نکر — ہے دل اُسکا نازک و بیخبر اُسے میرے دل کی خبر نکر

ہوسِ وصال بلا ہی تو تری کاوشون نے ستم کیا — تو نہالِ گلشنِ یاس ہی عبث آرزوی ثمر نکر

ہے یہی خلش مری زندگی کہین مٹ نہ جائے یہ چارہ گر — مری زیست کا جو خیال ہی تو علاجِ زخمِ جگر نکر

نہین پائمالیٔ عاشقان بجز اک نظر کا معاملہ — ترے اختیار کی بات ہی جو کری یہ کام مگر نکر

ہے تغافل ایک ادا اوسے یہ سکھایا کس نے بھلا تجھے — کہ کسی ستم کشِ شوق پر کبھی بھول کر بھی نظر نکر

خلشِ اُمید ہی جانگزا کوئی کہدے وحشتِ خستہ سے — کہ یہ شام شامِ فراق ہی عبث آرزوی سحر نکر

چمن سی کون نکلا پائمال باغبان ہوکر — کہ بوی گُل چلی ہی کاروانِ درد کاروان جگر

مرقع درد کا بنکر الم کی داستان ہو کر
رہا یکچند مین بھی عبرتِ صاحبدلان ہو کر

نہیں مین عندلیبِ بے مروت باغ الفت مین
کہ چھوڑون گلستان کو خستۂ جورِ خزان ہو کر

میں اس آتش نفس صیاد کے ہاتھون سی کیا چھوٹون
نگاہ اُسکی جو پڑتی ہی تو برقِ آشیان ہو کر

زمانے کا تعلق دشمنِ جمعیّتِ دل ہے
لگی آخر ٹھکانے خاک میری بے نشان ہو کر

تہِ دل کی خبر لاتا ہے ہر تیرِ نگاہ اُس کا
قیامت ہی تو اب کرنے لگا وہ مہربان ہو کر

بسانِ دیدۂ بسمل زیارِ نگاہِ حسرت ہون
مری ہر ہر نگہہ فریاد کرتی ہے زبان ہو کر

اُنھیں کچھ ربط غیرون سے نہ تھا پر اب کیا پیدا
بگاڑا آپ مین نے کام اپنا بدگمان ہو کر

خدا جانے کدھر کا جذبہ لیجائے کہان مجھکو
چلا ہون مین تو کعبے کو مگر کوئی بتان ہو کر

نہ نکلا ایک دل شایانِ اندوہِ گرفتاری
رہا ہون محفلون مین تیرے غم کی داستان ہو کر

مجھے یہ مصرعۂ اکمل پسند آیا بہت وحشت
١١
ستم کرنا نہ دو دن کے لئے تم مہربان ہو کر

ردیف رای ہندی

گر فیض چاہئے درِ پیرِ مغان نہ چھوڑ
٣٠٢
چھوٹے زمانہ چھوڑ دے یہ آستان نہ چھوڑ

کچھ کچھ ستم ضرور ہو لطف و کرم کے ساتھ
یہ رسمِ عشق ہے اسے ای مہربان نہ چھوڑ

حاصل ہوا نہ گر ترا مطلب تو کیا ہوا
ای دل یہ شغلِ نالۂ آذر فشان نہ چھوڑ

عزلت نشین رہا تو بلاؤن سے بچگیا
صیاد تیری تاک مین ہے آشیان نہ چھوڑ

وحشت کمال شعر فصاحت کا نام ہے
مضمون کے خیال مین لطفِ بیان نہ چھوڑ

ردیف زای منقوطہ

٣٨

دور از چمن ہون باد فروشِ چمن ہنوز
لطفِ وطن ہی شاملِ یادِ وطن ہنوز

دل گو رہا ہے وقفِ ستمہای روزگار
روشن ہے داغِ عشق سے یہ انجمن ہنوز

دل کی جگہ ضرور تھی اک جوی خون کی سیل
کامل ہوئی نہین مری فکرِ سخن ہنوز

دلدادہ ہون مین شعر مین طرزِ قدیم کا
قائم ہے سر مین نشۂ جامِ کہن ہنوز

عاجز نہین ہی مرگ سی خاطر کا اضطراب
یعنی وہی تپش ہے درونِ کفن ہنوز

دی جان نامراد نے کیا جانے کس طرح
ہے یاس خیز تذکرۂ کوہکن ہنوز

وحشت سے اپنی وحشتِ دیوانہ ہی خراب
پھرتا ہے دشت دشت غریب الوطن ہنوز

٣٩

نہین چین اگرچہ بے مے شبِ ماہتاب ہرگز
نہ پلائے خود جو ساقی نہ پیون شراب ہرگز

شبِ وصل مین ہو یارب شبِ ہجر کی درازی
کہ طلوع تا قیامت نہو آفتاب ہرگز

جو خطا ہوئی ہی مجھسے وہ تری سبب ہوئی ہی
نکرے جو تو تغافل نہو اضطراب ہرگز

یہ مزہ شکستگی کا مجھے عمر بھر نہ بھولے
دلِ کامجو الٰہی نہو کامیاب ہرگز

جو خدا نے دی ہین آنکھین تو کچھ اُنسے کام بھی لے
ہمہ دان بنا سکیگی نہ تجھے کتاب ہرگز

مرے دل مین اے شبِ غم تو چُھری چبھو خلش کی — کہ نہین ہے چشمِ عاشق پئے ذوقِ خواب ہرگز

یہ ضرور مجھکو وحشت لکھون خط پہ خط مین اُنکو
اُنھین ضد کہ ایک کا بھی نہ لکھین جواب ہرگز

۴۰

نہو رہنما اگر تو نہ چلون حجاز ہرگز — جو نہو ترا اشارہ نہ پڑھون نماز ہرگز
ہوئی ملتفت نہ مجھپر وہ نگاہ ناز ہرگز — نہ خبر کو دل کی آئی مژہ دراز ہرگز
مجھے مرگ ہے گوارا نہ ہلاؤ چارہ گر کو — کہ کسی پہ ہو نہ ظاہر مرے دل کا راز ہرگز
وہ ہوا ہے حال میرا کہ جہان کو ہوگی عبرت — تری دوستی پہ دشمن نکرے گا ناز ہرگز
ترے عشق غم فزا مین ہوئے دونون خاک ایسے — کہ دل و جگر مین ممکن نہین امتیاز ہرگز
اثرِ سجود زاہد ہو جبین سے گر نمایان — تو تری نماز کو مین نہ کہون نماز ہرگز

تو خیالِ زلفِ جانان کو بنا رفیقِ ہجران
کہ سحر نہوگی وحشت یہ شبِ دراز ہرگز

ردیف سین مہملہ

۴۱

چلا جاتا ہے کاروانِ نفس — نہ بانگ درا ہے نہ صورتِ جرس
برس کتنے گزرے یہ کہتے ہوئے — کہ کچھ کام کر لینگے اب کے برس
نہ وہ پوچھتے ہین نہ کہتا ہون مین — رہی جاتی ہے دل کی دل مین ہوس
وہ حسرت زدہ صید مین ہی تو ہون — ہے پرواز جسکی درونِ قفس

ستم ہین یہ وحشت تری غفلتین
تجھے کاش ہوتا شمارِ نفس

نوحہ خوان ہے جگرِ خستہ دلِ زار کے پاس
دیکھئے کیا ہو کہ بیمار ہے بیمار کے پاس

جنسِ کاسد ہون جو درد کردۂ بازار ہون مین
کوئی لیجائے مجھے میرے خریدار کے پاس

نہ اُسے زہر ہی ملتا ہے نہ آتی ہے دوا
جز تاسّف نہین کچھ بھی ترے غمخوار کے پاس

میرے صیاد کی دیکھے کوئی دور اندیشی
دام ہوتا ہی دھرا مرغ گرفتار کے پاس

روکتے ہین مجھے احباب بھی اور دشمن بھی
کوئی کھینچے لئے جاتا ہے مجھے یار کے پاس

خود بنے طالبِ دیدار رہے جذبۂ شوق
اُڑ گئی آنکھ کی حیا طالبِ دیدار کے پاس

دیکھ لے تو بھی کہ تیرا کہین وحشت تو نہین
کوئی دیوانہ کھڑا ہے تری دیوار کے پاس

ردیفِ شینِ معجمہ

نوای بلبلان ہو یا ہوئی ہو لالہ کار آتش
گلِ آتش غنچہ آتش گلستان آتش بہار آتش

اگر دریائے اشک آنکھون سے بہتے بہتے رک جائے
لگا دے پیکرِ عشاق مین روی نگار آتش

ستم کرنا کسی پر باعثِ اندوہِ خاطر ہے
سپندِ مضطرب کے درد سے ہے بیقرار آتش

ہمارے آبلون کا خلق پر احسان ہے بیجا
بیابان مین اگر ہوتی بجای نوکِ خار آتش

نہ پہنچائے طراوت قطرۂ شبنم اگر گل کو
گلستان مین لگا دے تابشِ رخسارِ یار آتش

وہ شوخِ سنگدل اظہارِ یاری مجھسے کرتا ہے — ہوئی پروانۂ آتش بجان کی غمگسار آتش

ہمیں بیجا ہے وحشت شکوہ اُسکی بددماغی کا
کہ ہوں عاشق بہت پیدا نہو گر خوی یار آتش

دلِ خستہ ذوقِ الم سے خوش غمِ یار اپنے اثر سے خوش — جو یہ غیر کرے ضرر سے خوش تو وہ آپ اپنے ضرر سے خوش

یہی رسم منزلِ عشق ہے کہ ہیں سب اُسی ضرر سے خوش — جو مژہ ہے پارۂ دل سے خوش تو ہے چشم لختِ جگر سے خوش

نہ خیالِ ذوقِ وصال کا نہ دماغ بزمِ نشاط کا — وہی مجھکو عیش دوام ہے جو کرے تو ایک نظر سے خوش

ہر اک اپنی رنگ میں محو ہے یہ ہے لطف وادیِ عشق میں — جو خوشی ہے صید کو زخم کی تو کمانکش اپنے ہنر سے خوش

جو ہے ربطِ چشم کو اشک سے تو لگاؤ دل کو ہے زخم سے — یہ صدف ہے اپنے گہر سے خوش یہ شجر ہے اپنے ثمر سے خوش

ہے تلوّن اُنکے خمیر میں مجھے اعتماد ہو اُنپہ کیا — جو عدو سے اُنکی بگڑ گئی تو ہیں صبح ہو اُنہیں خبر سے خوش

وہی ایک ذوقِ خیال ہے نہ الم ہے کچھ نہ ملال ہے — یہ خیالِ شانِ جمال ہے دل و جان ہے جسکے اثر سے خوش

مری طبعِ نکتہ شناس کی وہ نزاکتوں کو تو دیکھیں — انھیں نازکی کا غرور ہے کہ ہوئے ہیں اپنی کمر سے خوش

کوئی صبح ایسی نہیں ہوئی کہ چمن میں تو مرے ساتھ ہو — دلِ ناشگفتہ مرا کبھی نہوا نسیمِ سحر سے خوش

اثرِ زمانِ گزشتہ کچھ جو ہے دستیاب تو ہے یہی — تری یادگار اُسے جانکر میں ہوں اپنے داغِ جگر سے خوش

المِ شکستگیِ قدم ہے کفیلِ عشرتِ جانفزا — جو دیارِ یار کا ہو سفر تو ہو کون پھر نہ سفر سے خوش

مری خستگی سے جو شاد ہے یہ کچھ اُسکی سنگدلی نہیں — ہے دل اُسکا بھی الم آشنا کہ ہے میرے دردِ جگر سے خوش

دل و جانِ وحشت بینوا ہے شہیدِ لذتِ شعر کا
ش ١٤
کوئی خوش ہو یا نہو اُسکو کیا وہ ہے آپ اپنے ہنر سے خوش

ردیفِ صاد مہملہ

مجھ سے رکھتے وہ خاک کیا اخلاص
غیر سے بھی اُنھیں نہ تھا اخلاص

وہ کئی لفظ جانتے ہی نہیں
مہر، اُلفت، کرم، وفا، اخلاص

دوستی سے ہوئے پشیمان ہم
سچ ہے دنیا سے اُٹھ گیا اخلاص

سادہ لوحی غضب ہے عاشق کی
جانے اُس شوخ کی بلا اخلاص

غیر پر بھی جتا رہے تھے آج
ہم نے دیکھا ہے آپکا اخلاص!

کیا کوئی چھین لے گیا تم سے
کیا ہوئی مہر کیا ہوا اخلاص؟

دھوکے کھایا کیا ہمیشہ غریب
یعنی وحشت کا شیوہ تھا اخلاص

ردیف ضاد معجمہ

آوارہ جو تیرا ہوا اُسکو وطن سی کیا غرض
بازار میں جب آچکا، گل کو چمن سی کیا غرض

قربان تصور کے ترے روشن مرا کاشانہ ہے
خلوت ہوا اپنی انجمن تو انجمن سی کیا غرض

گر ہے نہ دامن کی خبر، تو ہاتھ سے کیا فائدہ
جب چاک کے قابل نہیں، تو پیرہن سی کیا غرض

دیوانہ کر سکتی نہیں جس سنگدل کو بوی گل
سمجھے وہ لطفِ شعر کیا اُسکو سخن سی کیا غرض

ہے اپنے عیشِ رفتہ سی ساری سیہ مستی مری
ساقی پرانا رند ہوں جامِ کہن سی کیا غرض

ہے غرق اپنے خون مین گلگون ہے اُسکا پیرہن
تیرے شہیدِ ناز کو غسل و کفن سے کیا غرض

اِک بیخودی سی گر رہی وحشت تو کافی ہے یہی
مجذوبیت کا رنگ کیون دیوانہ پن سے کیا غرض

ردیف طای مہملہ

کہتے ہین وہ کہ نالہ ہو آتش فشان غلط
سوزِ درون غلط غمِ عشقِ نہان غلط

سب اپنے کاروبار مین دن رات خوش رہین
عشاق ہی پہ ہو ستمِ آسمان! غلط

ہان سینہ سوزیِ دلِ آتش نفس دروغ
ہان دجلہ ریزیِ مژۂ خونفشان غلط

معشوق عاشقون کو کرے قتل - افترا
اور مرنے والے موت سے ہون شادمان غلط

ہو مثلِ مرغ اہلِ سخن کا بھی آشیان
اور برق کی نظر ہو سوی آشیان غلط

ہے شاعرون کا شیوہ شکایت زمانے کی
ملتا نہین جہان مین کوئی قدر دان - غلط

وحشت مری زبان کو تو اہلِ زبان سے پوچھ
ماہر زبان کے ہون فقط اہلِ زبان غلط

ردیف ظای معجمہ

مروت کا پاس اور وفا کا لحاظ
کرے آشنا آشنا کا لحاظ

دمِ سجدہ سر سخت تھا بے ادب
کیا کچھ نہ اُس نقشِ پا کا لحاظ

نہ محروم رکھ مجھکو حسنِ قبول
رہے کچھ تو دستِ دعا کا لحاظ

وہ ہین ہاں اب بس گرانیٔ بردِ دل
اگر ہے کچھ مرض بھی دوا کا لحاظ

ملائی نہ وحشت کبھی اُس سے آنکھ
مجھے تھا جو اُسکی حیا کا لحاظ

ردیفِ عین مہملہ

۴۹

جلائیگی تجھے پروانہ بیوفائی شمع
ہے وصلِ شمع سے بہتر کہین جدائی شمع

نمود حسن کو منظور ہے کہ ہے پیدا
درونِ پردۂ فانوس خودنمائی شمع

وہ آپ جلتی ہے کیون اُسکو چھیڑتا ہے تو
تجھی سے سنتے ہین پروانہ بیوفائی شمع

یہ وقت وہ ہے کہ ہو حسن صرفِ آرائش
ہے وقت شام کا ہنگامِ رُخ کشائی شمع

سرورِ عشرتِ شب ہے ہنوز اگر وحشت
تو دیکھ وقتِ سحر رنگِ بے بقائی شمع

ردیفِ غین معجمہ

۵۰

نہ ہے سیرِ صحرا نہ گلگشتِ باغ
رہا جب نہ دل تو رہے کیا دماغ

امیری فقیری کا ہے ایک حال
زمانے مین حاصل ہے کسکو فراغ

بجانون کبھی دل بھی تھا یا نہ تھا
مجھے تو یہی اِک نظر آیا داغ

بہت حسرت افزا ہے شمع مزار | بجھایا مجھے جب جلایا چراغ!!
مجھے جی کا کھونا ہوا اب ضرور | کہ گم گشتہ دل کا بتایا سراغ
اٹھائین نہ کیا کیا پشیمانیان | رہا دوستی کا نہ مجھکو دماغ

ہے وحشت مجھے ماتمِ مرگِ قیس
یہی اک تھا صحرا کا چشم و چراغ

ردیفِ ف

۵۱

پیدا ہے شورِ نالہ و فریاد ہر طرف | ہوتی ہے تیرے عہد مین بیداد ہر طرف
اِک صیدِ ناتوان کی اسیری کیواسطے | بیٹھے ہوئے ہین گھات مین صیاد ہر طرف
نالان ہین دردِ عشق سے بیمار چارسو | پھیلی ہے بوی خاطرِ ناشاد ہر طرف
بھولا ہوا ہے ہر کوئی اپنے وجود کو | طوفان اُٹھا رہی ہے تری یاد ہر طرف
ہے شہرت خرابِ ادای شہیدِ عشق | مشہور ہے فسانۂ فرہاد ہر طرف
یہ کون صیدِ مضطرب احوال آگیا | گھبرا کے پھر رہا ہے جو صیاد ہر طرف
تونے جو غیر کو نہ ستایا بھلا کیا | جاتی تری شکایتِ بیداد ہر طرف
تیری خموشیون نے کلیجے کیے ہین خون | برپا ہے ایک محشرِ فریاد ہر طرف
ہے بوی عشق رہبرِ ہر موجۂ نسیم | عاشق کی خاک بسکہ ہے برباد ہر طرف
وسعت چمن طرازیِ قدرت کی دیکھا | پیدا ہے جلوۂ گُل و شمشاد ہر طرف

وحشت مچی ہو دھوم ہمارے کلام کی
کرتے ہین ذکرِ طبعِ خداداد ہر طرف

۵۲

بیتابیان تھین شوق کی اُسکا تماشا اِکطرف
جان مضطرب تھی اکطرف دل لوٹتا تھا اکطرف

ای وای تیری جستجو ای وای تیری آرزو
مرگِ تحمل اکطرف خونِ تمنا اکطرف

خوش جلوہ ناز آفرین خوش شیوہ چینِ جبین
عاشق کی پروا تک نہین لطف و مدارا اکطرف

آہون کا ہنگامہ ستم اشکون کی طغیانی غضب
برپا ہے طوفان اکطرف جاری ہے دریا اکطرف

کیا پوچھتا ہی حالِ دل ہون جرمِ الفت سے خجل
آنکھ اپنی اُٹھ سکتی نہین عرضِ تمنا اکطرف

ہمطرحیِ اکمل مجھے وحشت عبث ہے آرزو
اِک شعر تو ہوتا نہین لکھنا غزل کا اکطرف

ردیف قاف

۵۳

شوقِ بہار مین کوئی دیکھے بہارِ شوق
دیوانہ ہون چمن کا زہے کاروبارِ شوق

مانا کہ جامِ وصل ہے لبریزِ صد نشاط
رُکتا ہے کوئی گریۂ بے اختیارِ شوق

پُر ہے گلِ امید سے دامن خیال کا
کتنا نظر فریب ہے نقش و نگارِ شوق!

نے دام تھا کمین مین نہ صیاد گھات مین
اس صیدگاہِ عشق مین ہم ہین شکارِ شوق

تجھکو قسم وفا کی نہ رکھنا قدم دریغ
اُٹھے جو کوئی عشق سے ظالم غبارِ شوق

بیتابیان بگاڑ نہ دین میرے کام کو
رعبِ جمال کا شکے ہو پردہ دارِ شوق

فرطِ حیا سے تیری تو نیچی نگاہ ہے
بیتاب کر نہ دے نگہِ بیقرارِ شوق

بدست ہون تصورِ جانان کی جام سے
دیتا ہون جو لکو مژدۂ بوس و کنارِ شوق

اتنی ہی ہے خبر کہ ہون سرتاسر اشتیاق
مین جانتا نہین جو بتاؤن شمارِ شوق

پیشِ نظر ہے گرمیِ ہنگامۂ قدیم
ہے یادِ عہدِ شوق مجھے یادگارِ شوق!

وحشت لگا کے چھوڑ یگا یہ جسم کو بھی آگ
دل پھونک کر رہیگا نہ یونہین شرارِ شوق

شوق دیتا ہے مجھے پیغامِ عشق
ہاتھ مین لبریز لیکر جامِ عشق

آپ ہون ذوقِ اسیری سی خراب
کوئی لیجائے مجھے تا دامِ عشق

اشتیاقِ سجدہ سے بیتاب ہون
ای حریمِ کعبۂ اسلامِ عشق

قیس و وامق سی کہان اب اہلِ دل
تھا انھین لوگون سی روشن نامِ عشق

نعش پر فرہاد کے شیرین گئی
وہ ستم پروردۂ آلامِ عشق

اور یون کرنے لگی رو کر خطاب
ای وفا کی جان! ای ناکامِ عشق!

تجھ سی رونق آشنا ہی صبحِ شوق
تجھ سے زینت آفرین ہی شامِ عشق

جان دیکر تو تو چھوٹا رنج سے
رہگئی مین ہی بلا آشامِ عشق

تیرا مرنا عشق کا آغاز تھا
موت پر ہوگا مرے انجامِ عشق!

وحشتِ وحشی کہ تھا سب سے الگ
ہو گیا کیا بے تکلف رامِ عشق

ردیف کاف تازی

۵۵

مجھے کیا اگر گلستان مین نہین آئی بہار اب تک ‏— کہ میری چشم حسرت نے نہ دیکھا روی یار اب تک

وہی ہے بانکپن اُسکا وہی اپنا تکلف بھی ‏— رقم ہوتا ہے مکتوبِ محبت زرنگار اب تک

قیامت ہے، مجھے اُس دلربا سے دل کا ہی دعوی! ‏— متاعِ بُردہ پر گویا ہے اپنا اختیار اب تک!

بن آتی ہی نہین اُس بزم مین صورت پرستونکی ‏— حیا ہے اُسکے ناز و عشوہ کی آئینہ دار اب تک

ترے عشاق بعد از مرگ بھی تیرے دعا گو ہین ‏— زبان سبحہ خوان ہی سبزہ بالای مزار اب تک

پریشانی مری دل کو جو آگے تھی سو اب بھی ہے ‏— اُسی انداز سے پُرپیچ و خم ہے زلفِ یار اب تک

جنونِ عشق تو مدت ہوئی جاتا رہا، پھر بھی ‏— زبان پر نام آتا ہے کسی کا بار بار اب تک

چھُٹے تم، دل گیا، راحت گئی، رؤون تو کس کس کو ‏— غنیمت ہے کہ ہی حسرت تمھاری یادگار اب تک

عدو کے ہو چکے وہ، اُٹھ گئی جو کچھ توقع تھی

دلِ وحشت کو تو دیکھو کہ ہے امیدوار اب تک

ردیف کاف فارسی

۵۶

ہوا ہے وہ مجھے خوش جانکر آگ ‏— کہان ہے تو؟ بجھا ای چشمِ تر آگ!

شرر باری نہین رُکتی فغان کی ‏— برستی ہے یہان دو دوپہر آگ

فروغِ صبح کیا رنگِ شفق کیا ‏— نمایان ہوتی ہے شام و سحر آگ

قیامت تھی بہارِ سبزہ و گل — چمن مین لگ گئی وقت سحر آگ

دریغ ای نالہ اُس کافر کے دل مین — بھڑک اُٹھے نہ اُلفت کی اگر آگ

جلا گر دل نہ سمجھو جل چکا یہ — رہیگی اسمین پنہان عمر بھر آگ

دلِ پژمردہ پھر وحشت جل اُٹھا
دبی تھی راکھ کے نیچے مگر آگ

۵۷

کیا جانئے کہان سے دلِ مضطر مین لگی آگ — کس گھر سے اُٹھی آگ کہ اس گھر مین لگی آگ

شعلہ تھا مگر نالہ اسیرانِ قفس کا — کیون خانۂ صیادِ ستمگر مین لگی آگ

کہئے اسے ساقی کی تجلی کا کرشمہ — گر آتش تر سے خم و ساغر مین لگی آگ

رخسار ہے شعلہ تو دھوان ہے وہ خطِ سبز — آئینے سے آئینے کے جوہر مین لگی آگ

ای طبع تری گرم عنانی کا ہون کشتہ — پرواز کی گرمی سے مرے پر مین لگی آگ

کس نوگلِ خندان نے کیا خون وفا کا — کس سوختہ سامان کی مقدر مین لگی آگ

کاغذ متحمل نہین وحشت کے سخن کا
اشعار تھے یہ گرم کہ دفتر مین لگی آگ

ردیف اللاّم

۵۸

اگر فرصت کسی دن دی مجھے آہ و فغانِ دل — سناؤنگا تجھے اے ہمنشین کچھ داستانِ دل

ہے بیتابی سے فریاد جرس آہ و فغانِ دل — چلا ہے کوچۂ جانان سے لٹکر کاروانِ دل

گرفتاری جو ایسی ہو تو جمعیت کی ضامن ہے
ہے اُسکے گیسوون کا حلقہ حلقہ آشیانِ دل

حریفِ آسمان ہون یعنی بی پروا ہون عالم سے
کہ ہے جورِ مدامِ یار عیشِ جاودانِ دل

اُسی کا بیوفا دل کاش اُس کافر کو سمجھا دے
سمجھ مین اُسکے آتی ہی نہین یارب زبانِ دل

کیا برباد بے دیکھے اُسی کا مجھکو رونا ہے
کہ قابل سیر کے ای بیخبر تھا گلستانِ دل

وہی کہتا ہون دل جسکی مجھے تعلیم کرتا ہے
نہین ہے شاعری میری مگر وحشت زبانِ دل

ردیف میم

۵۹

کچھ کام لے سکے نہ کبھی جستجو سے ہم
شرمندہ ہی رہے ہین تری آرزو سے ہم

کچھ اور ہی سبب ہے کہ بیزار گل سے ہین
نا آشنا نہین چمن رنگ و بو سے ہم

حیرت کی ہے قسم کہ ہین سرتاسر آئینہ
ہو کر دوچار اُس بتِ آئینہ رو سے ہم

ہر اک بقدرِ ظرف ہے خواہان نشاط کا
مے سے قدح قدح سے سبو اور سبو سے ہم

یارب ہمین نصیب نہو لذتِ خلش
رسوا کرین جو زخم جگر کو رفو سے ہم

مطلوب ہے سرور عبادت کے ذوق مین
اکدن وضو کرینگے مے مشکبو سے ہم

وحشت نہ پوچھ حالِ پریشانیِ دماغ
ہین ناوک بلا کے ہدف چار سو سے ہم

۶۰

پیمان وفای یار ہین ہم
یعنی ناپائدار ہین ہم

خاک سرِ رہگزار ہین ہم — پامالِ جفای یار ہین ہم

نومیدی و یاس و چار سو ہے — اُف اُسکے امیدوار ہین ہم

جس دشمنِ جان کی آرزو ہے — جو موت کے خواستگار ہین ہم

تو ہم سے ہے بدگمان صد افسوس — تیرے ہی تو جان نثار ہین ہم

وحشت خاموش جل رہے ہین
گویا شمعِ مزار ہین ہم

ردیف نون

قسمت مین نا امیدی و حسرت ہے کیا کرون — اُس بیوفا سے مجھکو محبت ہے کیا کرون

اُسکو خبر نہین ہے کہ دیتا ہے وہ فریب — یان تو فریب کھانے کی عادت ہے کیا کرون

مین بے مروت اُسکو کہون گا نہ زینہار — یہ اقتضای رسمِ مروت ہے کیا کرون

تقلیدِ وضعِ بوالہوسان کا کسے دماغ — میری روش سے یار کو نفرت ہے کیا کرون

شدت نے صدمہای نہان کی ستم کیا — تیرے ستم کی لب پہ شکایت ہے کیا کرون

ہے خارِ چشم اب خس و خاشاکِ آشیان — ہنگامۂ بہار کی رخصت ہے کیا کرون

بگڑے جو اپنی بات تو قسمت ہے کیا بنے — آئے کسی پہ دل تو طبیعت ہے کیا کرون

قائل ہون خوش کلامیِ واعظ کا مین ولے — پیرِ مغان سے مجھکو عقیدت ہے کیا کرون

سرگرمِ اشتیاق ہون جلتا ہون مثلِ شمع — سوز و گداز سے مری طینت ہے کیا کرون

وحشت مجھے غلامیٔ دربان قبول ہے
تنہائی فراق سے وحشت ہے کیا کرون

۶۲

حرمان کشیدہ ہون مین آفت رسیدہ ہون مین
بخت زبون کے ہاتھون در خون تپیدہ ہون مین

کیا اب بہار کے دن ای ہمنشین نہونگے؟
کیون موسم خزان مین دامن دریدہ ہون مین؟

دل خون کر رہی ہے یادِ زمانِ رفتہ
گلزارِ آرزو کا رنگِ پریدہ ہون مین

بیگانگی عیان ہے گو آشنا ہے عالم
بزمِ جہان مین گویا حرفِ شنیدہ ہون مین

آزادی اپنی دھن تھی رد کردۂ جہان ہون
آوارہ گرد یعنی صیدِ رمیدہ ہون مین

رنگ زمانہ کیا کیا مجھکو ڈرا رہا ہے
پژمردگی ہے ظاہر گو نو دمیدہ ہون مین

ذوقِ امید ہی سے ہے میری نامرادی
ہے تلخ زیست اپنی حسرت چشیدہ ہون مین

وحشت یہ آہ و زاری اک خو سی ہو گئی ہے
مجھکو خبر نہین خود کیون آبدیدہ ہون مین

۶۳

رند کے حال سے اب شیخ خبردار نہین
کون ہے جو تجھے دل دیکے گنہگار نہین

گرمیٔ سوزشِ دل مرگ سے ناچار نہین
نالۂ مرغِ گرفتار گرفتار نہین

بگرانمائگیٔ خویش و بکمظرفیٔ دہر
ہون مین وہ جنس کوئی جسکا خریدار نہین

حسن! یہ تیرے کرشمے ہین کہ با اینہمہ شوق
طاقت دید نہین قوت گفتار نہین

سیرِ طوفانِ حوادث نہین کارِ آسان
بخت پر اپنے مین نازان ہون کہ بیدار نہین

چاہتے ہو کہ مین پھر کھاؤن فریبِ غمزہ
لب پہ اقرار کہان ہے اگر انکار نہین؟

کچھ اگر ہے تو ہے دلجوئی دشمن کا گلہ
ورنہ کچھ شکوہ ہمیری دلدار نہین

اثرِ عشوہ سے تیرے ہے عجب حال مرا
شکوہ لب پہ ہے مگر رخصتِ اظہار نہین

درک و ادراک کی ہی ہمکو حقیقت معلوم
کچھ وہی لوگ ہین ہشیار جو ہشیار نہین

آنکھ کھلتی ہے دورنگیٔ جہان سے سب کی
ورنہ یان کسکو تمنا سے سروکار نہین

ریختے مین ہی مری رنگِ ظہوری وحشت
ہر کوئی جنکو سمجھ لے وہ یہ اشعار نہین ۱۱

۶۹

کب بھلا ہم گلۂ زخمِ جگر کرتے ہین
وصفِ نیرنگیٔ پیکانِ نظر کرتے ہین

سچ بتائین تری قربان تجھے میری قسم
میرے نالے بھی ترے دل مین اثر کرتے ہین؟

یاد رہتا نہین کچھ جور تغافل ان کا
بھولکر بھی وہ مرا ذکر اگر کرتے ہین

بسِ دشنام ہو یا بعدِ دعای بد ہو
یاد مجھکو وہ شب و روز مگر کرتے ہین

ایک دم تیری جدائی مین ہے جینا دشوار
ہم بھی آفت ہین شبِ غم جو سحر کرتے ہین

اسقدر خوفِ تغافل ہی کہ کرتا ہون مین شکر
چشمِ پُر قہر سے بھی گر وہ نظر کرتے ہین

لذتِ عشق ہے وابستۂ بیمہری دوست
حیف اُن نالون پہ جو دلمین اثر کرتے ہین

ہون مین اک شمع کہ ہی منتظرِ موجۂ باد
دیکھئے کب وہ عنایت کی نظر کرتے ہین

وضعِ ناداریٔ اربابِ محبت ہے ہے
خشک ہوتا ہی جگر چشم جو تر کرتے ہین

کبھی اربابِ صفا کا نہین جمتا نقشہ
بوالہوس ہی ہین تری دلمین جو گھر کرتے ہین

دل سے اپنے ہمین یہ کسنے بھلایا یارب؟
یاد کسکی ہی کہ ہم آٹھ پہر کرتے ہین؟

یہ بھی اک وحشتِ خاطر کا اثر ہے وحشت
ہم خفا ہو کے وطن سے جو سفر کرتے ہین

ہے جستجوی مرگ جوابِ ہجرِ یار مین
کیا آگ لگ گئی دلِ امیدوار مین ؟

مین ہون تو سارے یاس کے سامان ہین کیے
دستِ طلب اُمید کا دامانِ یار مین

اِترا رہا ہون مین کہ ہوا خاکِ کوی دوست
عالم غرور کا ہے مری انکسار مین

ہے بیمِ پرفشانیِ پروانہ ! ہای ہای
اتنا بھی دم نہین مری شمعِ مزار مین

مطلب ہے سیرِ باغ سے افزائشِ جنون
ورنہ دھرا ہی کیا ہے نسیمِ بہار مین

کیا دل کو بھا گئین تری وعدہ خلافیان
آنے لگا ہے مجھکو مزہ انتظار مین

جو دل مین بات تھی وہ زبان تک پہنچ گئی
بھولے ادب کو مستیِ بوس و کنار مین

تیرے فراق مین ہے کسے یادِ باغِ عیش
ورنہ ہم اور ترکِ مئے و نے بہار مین

آنا ترا بھی روزِ قیامت سے کم نہین
ہے انتظارِ مرگ ترے انتظار مین

تنگ آ گئے تغافلِ صبر آزما سے ہم
چٹکی ہی کاش لین وہ دلِ بیقرار مین

شرمندہ ہو کے گر گئے اپنی نظر سے آپ
یعنی کہ ہم سما نہ سکے چشمِ یار مین

ہون گل فروشِ جلوۂ صبحِ وطن ہنوز
بے لطف کیون ہو شامِ غریبی بہار مین

وحشت نہ پوچھ مستیِ جیب و جنونِ دست
وحشت نے گل کھلائے ہین جوشِ بہار مین

خیالِ وصل سے تسکین ہو کیا شبِ فرقت مین
کہ مجھ کمبخت پر روشن ہے جو لکھا ہے قسمت مین

قیامت کا وہ قائل ہی نہین ہوتا قیامت ہے
مین کیونکر اُسکو سمجھا دون کہ سمجھوگا قیامت مین

نگاہ لطف ایسی کیا جو دشمن پر بھی پڑتی ہو
ستم ہی لکھدیا ہوتا الٰہی میری قسمت مین

وہی خورشید ہے جس سے یہ سب ذرے درخشان ہین
وہی وحدت کا جلوہ ہے تماشا گاہِ کثرت مین

بجا کہتے ہو پھر کہنا کہ تو مجھپر نہین مرتا
مگر مرنے لگا ہون اب مین دشمن کی محبت مین

کسی عنوان سے ہو پر ذکر تو ہو شاہدِ مے کا
مزہ آتا ہے ای واعظ مجھے تیری نصیحت مین

مین اُسکے لطف کا محتاج اور وہ مجھسے مستغنی!
محبت کا بُرا ہو ڈال رکھا ہے کس آفت مین

خدا کا شکر ہے دیکھ آئے ہم بھی آج وحشت کو
سخنور ہے ولے دیوانگی سی ہے طبیعت مین

رشکِ نظارہ بازیٔ اغیار بھی نہین
یعنی کہ ہم کو اب غمِ دیدار بھی نہین

کیا کیجیے کرشمۂ صیاد کا بیان
آزاد بھی نہین ہین گرفتار بھی نہین!

رونا ہے التفات کا الطاف کی طرف
اب تو وہ میرے درپئے آزار بھی نہین

تو چھوڑ غیر کو کہ مجھے تیرا چھوڑنا
آسان اگر نہین ہے تو دشوار بھی نہین

چھوٹے ہون جب نصیب تو سر پھوڑنا کہان
دیوار ڈھونڈھتا ہون تو دیوار بھی نہین

تعلیمِ بیخودی مین ہے مصروف چشمِ یار
اور دل کا حال یہ ہے کہ ہشیار بھی نہین

بیجرم جانکر ندیا قتلگہ مین بار ؛
ظالم ہے اور بے سبب آزار بھی نہین

ہے دشمنون کے ظلم سے مشکل ہمین کی جان
اور بارِ دوستی اُسے دشوار بھی نہین

حسرت مین تیرے در کے ہوی آشناے دشت
یعنی کہ سر پہ سایۂ دیوار بھی نہین

خانہ خرابیان دلِ ناکام کی نپوچھ
اتنی ہے خستگی کہ غمِ یار بھی نہین

ہنگامۂ تراوشِ لختِ جگر کہان
ناداریون سے اب مژہ خونبار بھی نہین

وحشت ہمین تتبعِ غالب ہے آرزو
دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہین ۱۴

۶۸

ارادہ سیر کا تھا، کل گئے تھے کوئے قاتل مین
ہزارون حسرتین مرنے کی لیکر آئے ہین دل مین

یہان تک اشتیاقِ قتل ہے پُر آرزو دل مین
کہ خود خنجر تپان ہی بسمل آسا دستِ قاتل مین

ہوای جستجو لین پاپے چٹکیان دل مین
بڑھی سرگشتگی وہ چند ہم پہنچے جو منزل مین

خیال آتے ہی تھا اپنا وجود اِک صفحۂ باطل
تصورِ جلوہ کا تھا دل مین گویا برق حاصل مین

خود اُسکے بُعد نے کی رہنمائی قُرب کی گویا
دکھائی ہم نے سُرعت برق کی قطعِ منازل مین

توجہ کے کبھی قابل تھی اپنی پارسائی بھی
کبھی ہمکو بھی ملتی تھی جگہ ساقی کی محفل مین

ہوای شوق مین اک دردبیتابانہ اُٹھتا ہے
کبھی پہلوے بسمل مین کبھی بازوی قاتل مین

خدا کے واسطے ای ساربان جلدی نکر اتنی
غبار اپنا ہے ناطاقت اور اک ظالم ہے محمل مین

غزل مین نے کہی فرمائشِ رنجور سے وحشت
زبانِ خامہ سے ظاہر کیا جو درد تھا دل مین ۹

۶۹

تلخی کشِ نومیدیِ دیدار بہت ہین
اُس نرگسِ بیمار کے بیمار بہت ہین

عالم یہ ہے چھایا ہوا اِک یاس کا عالم
یعنی کہ تمنا کے گرفتار بہت ہین

اِک وصل کی تدبیر ہے اِک ہجر مین جینا
جو کام کہ کرنے ہین وہ دشوار بہت ہین

وہ تیرا خریدار قدیم آج کہاں ہے ؟
محنت ہو مصیبت ہو ستم ہو تو مزا ہے
عشاق کی پروا نہیں خود تجھکو وگرنہ

یہ سچ ہے کہ اب تیرے خریدار بہت ہین
ملنا ترا آسان ہے طلبگار بہت ہین
جی تجھپہ فدا کرنے کو تیار بہت ہین

وحشت سخن و لطفِ سخن اور ہی شے ہے
دیوان مین یارون کے تو اشعار بہت ہین

اور عشرت کی تمنا کیا کرین
محو ہو جائین تصور مین ترے
ہمکو ہے ہر روز ہر وقت انتظار
چارہ گر کا چاہئے کرنا علاج
آئین گر وہ اِس قدِ رعنا کے ساتھ
اُنکے آنے کا بھروسا ہو نہو

سامنے تو ہو تجھے دیکھا کرین!
ہم بھی اپنے قطرے کو دریا کرین
بندہ پرور گاہ گاہ آیا کرین
اُسکو بھی اپنا سا دیوانہ کرین
عرصۂ محشر تہ و بالا کرین
راہ ہم اُنکی مگر دیکھا کرین

ہم نہین ناواقفِ رسمِ ادب
دل کی بیتابی کو وحشت کیا کرین

شوق تیرا کھینچتا ہے جسطرف جاتا ہون مین
مدعا امر محال اور پای طاقت منقطع
ہان ندیدنا فرصتِ نظارہ ای شانِ جمال
ای کمال شوق تیری ناتمامی کیا کہون

اضطرابِ عشق مین فرصت کہان پاتا ہون مین
اسقدر ای حسرتِ دل تجھسے گھبراتا ہون مین!
ہوش کھو دینے کی خاطر ہوش مین آتا ہونہین!
وان حیا آتی ہے اُسکو اور شرماتا ہونہین!

شمع کا جلنا عبث گر شمع محفل مین نہین
مفت فکر شعر مین وحشت گھلا جاتا ہون مین

ردیف واو

ملا کنج قفس مجھکو نہ صحن گلستان مجھکو
گرایا آسمان بیمروت نے کہان مجھکو

بنایا کسکی چشم سرمگین کا رازدان مجھکو
کہ خود دینے لگی تعلیم خاموشی زبان مجھکو

دھوان اُٹھتا ہی دل سی کوئی بیٹھا ہے کلیجے مین
بتا یوسف کا دیتا ہے غبار کاروان مجھکو

اسیری ہی نصیبون مین اُسی دن سی مین سمجھا تھا
کہ محو بیخودی کرنے لگا ذوق فغان مجھکو

عدو کو تم سی جو ربط نہان ہی کیون کہو مجھسے
عنایت سے مین باز آیا نہ سمجھو رازدان مجھکو

فسانہ درد کا میرے مزے لے لے کے سُنتا ہے
مگر سمجھا ہے اُس بیدرد نی افسانہ خوان مجھکو

الٰہی گر نہ ذوق انگیز ہو لذت اسیری کی
نگہ صیاد کی ہو جائے برق آشیان مجھکو

ترے جلوے سے ہے آئینۂ دل طوطی بسمل
نظر آتی ہی گویا آتش صد خان و مان مجھکو

نرالا ہے طریقہ دوستی کا اس زمانے مین
جواب کینۂ دشمن ہے مہر دوستان مجھکو

تری نظرون سے گر کر ہو گیا فارغ زمانے سے
نہ چشم سود ہی مجھکو نہ پروائے زیان مجھکو

تماشائے چمن کیا میری حصے مین آیا ہے
نگاہ رشک سی کیون دیکھتا ہی باغبان مجھکو

نہ اُٹھ جائے کہین دل سے توقع تیری آنے کی
چلا ہے چھوڑ کر پیمان شکن تو نیمجان مجھکو

بنا سر تا قدم میرا زیارت گاہ حیرانی
اسیر تازہ ہون آتی نہین طرز فغان مجھکو

نہو معشوق پر رازِ محبت منکشف میرا
مبارک ہو الٰہی لذتِ سوزِ نہان مجھکو

گلستان کر دیا ہے دامنِ دل کو تصور نے
ہوای شوق مین حاصل ہی عیشِ جاودان مجھکو

بہت سی ٹھوکرین کھائی ہین جب پہنچا ہون اس در تک
کہان پہنچائے دیکھون خدمتِ پیرِ مغان مجھکو

مری مٹی یہین کی ہی یہین ملنا ہے مٹی مین
مین کیا چھوڑون نہ چھوڑے آپ اگر کوئی بتان مجھکو

مجھی سے مشورہ کر قتل میرا ہے اگر مقصد
کہ تو ہر بات مین پائیگا اپنا ہمزبان مجھکو

چمن پروردہ ہون حسنِ بہارِ طبعِ رنگین کا
ترے لب پر ہوا ہے غنچۂ گل کا گمان مجھکو

خدایا رکھ مجھے ثابت قدم دامِ اسیری مین
نہونے دے مری بیتابیٔ دل پرفشان مجھکو

غلامِ معتقد ہون وحشتؔ اُس صاحب مروت کا
نصیبون سے ملا ہے آج شمسِ نکتہ دان مجھکو

۷۱

موقوف حشر ہی پہ جو دیدارِ یار ہو
سامانِ حشر سازِ دلِ بیقرار ہو

۷۳

کنجِ قفس مین دونون برابر ہین ہم صفیر
ہو صرصرِ خزان کہ نسیمِ بہار ہو

ای چرخ جب نتیجۂ امید یاس ہے
پھر کس اُمید پر کوئی امیدوار ہو

پامال آتے جاتے کرینگے ہمین رقیب
یارب نہ اُس گلی مین ہمارا مزار ہو

یہ آرزوی دل ہے کہ احسان ہو یون ادا
جان نذرِ لذتِ خلشِ تیرِ یار ہو

کیا عاشقی کا حوصلہ پیدا کرے کوئی
گر یو نہین جانگدازِ غمِ روزگار ہو

راضی رہے رقیب بھی مین بھی ہون شادکام
طرزِ ستم سے لطف نہان آشکار ہو

سو برگِ گل مین ایک پہ بھی کچھ اثر نہین
یون لاکھ دردخیز نوای ہزار ہو

ای دل تو اپنی خونشدگی کا فسانہ چھیڑ
عبرت پذیر کچھ جگر بیقرار ہو

ہے نشۂ شراب محبت چڑھا ہوا
اُترین لحد مین بھی تو نہ اسکا اُتار ہو

وحشت جنون مین دست و قدم سی جو کام لے
دامن مین تار ہو نہ بیابان مین خار ہو

۷۷

آزاد اس سے ہین کہ بیابان ہی کیون نہو
پھاڑینگے جیب گوشۂ زندان ہی کیون نہو

ہو شغل کوئی جی کے بہلنے کے واسطے
راحت فزا ہے نالہ افغان ہی کیون نہو

سودای زلفِ یار سے باز آئینگے نہ ہم
مجموعۂ حواس پریشان ہی کیون نہو

ہوتا ہے حق ادا کوئی احسانِ یار کا
جان اپنی نذرِ لذت پیکان ہی کیون نہو

جیتے رہینگے وعدۂ صبر آزما پہ ہم
عمر اپنی مثل وقت گریزان ہی کیون نہو

وحشت رُکے نہ ہاتھ سر حشر دیکھنا
اُس فتنہ خو کا گوشۂ دامان ہی کیون نہو

۷۵

ترا خیال شریکِ بلاکشان کیون ہو
وصال کا الم ہجر پر گمان کیون ہو

ہے آشیانہ کہان برق کی بلا کو غرض
حریفِ یکدو خس و خارِ گلستان کیون ہو

رقیب سے بھی وہی میٹھی میٹھی باتین ہین
تری روش پہ مجھے مہر کا گمان کیون ہو

پسندِ خلق ہوئی ہے ستمگری اُسکی
یو نہین عزیزِ جہان ہے وہ مہربان کیون ہو

اگر وہ رقیب ہے کیون ظلم مین تو حاضر ہون
گلہ تمھارے ستم کا یہان وہان کیون ہو

سُنا جو نالۂ جانکاہ کس ادا سے کہا
یہ داستانِ محبت ہے خونچکان کیون ہو

نہو جو غم کا طلبگار وہ جگر کیا ہے
نہو جو حق کی طرفدار وہ زبان کیون ہو

مجھے تو لائی ہے شامت عدو کی محفل مین
کوئی تو اُنسے یہ پوچھے کہ تم یہان کیون ہو

ملے رقیب سے وہ اور مجھسے فرمایا
جو اعتماد ہے مجھپر تو بدگمان کیون ہو

کہا کسی نے کہ اربابِ آرزو کے لئے
خیالِ کلفتِ ہجران بلای جان کیون ہو

نہین ہے مہر و وفا ہی کی جب تجھے پروا
تو میری مہر و وفا کا پھر امتحان کیون ہو

فغان ہے شیوۂ آزردہ خاطران ای دل
اثر نہین نہ سہی چپ تری زبان کیون ہو

کہان گئی تری غیرت کدھر ہے تیرا غرور
ترا ستمزدہ پامالِ آسمان کیون ہو

قدم لئے جو تمھارے سبکسری تھی مری
خدا کیواسطے تم اتنے سرگران کیون ہو

نظر چرا کے بھی جاؤ نہ اپنے بسمل سے
اگرچہ چشم کرم بہر کشتگان کیون ہو

مشاعرے مین غزل اپنی کیون پڑھی **وحشت**
جنون کا راز سر بزم یون عیان کیون ہو

مبارک اور گلچین ہو کوئی تیرے گلستان کو
کہ ہم تو یان سے چنکر لیچلے گلہای حرمان کو

مسرت سے جو رقصان دیکھتا ہون تیری مژگان کو
تمہین بیدرد نے چھیڑا نہو میری رگِ جان کو

مرا تو اُسکے نظارے سے ایمان تازہ ہوتا ہے
خدا رکھے سلامت اُس عدوی دین و ایمان کو

مجھے بیتاب رکھتا ہے یہان خود ذوقِ بربادی
تمھین سمجھاؤ کچھ اپنی نگاہِ فتنہ سامان کو

ترے آنے سے خونِ لالہ و گل جوش مین آیا
لگا دی آگ تیرے حسن نے گویا گلستان کو

یہی مطلب کی دشواری ہے خود تمہیدِ آسانی
صباحِ وصل کی ہے جستجو شبہای ہجران کو

جو لی ہی اک نظر تو دوسری بھی بندہ پرور ہو
نکالا دل جو سینے سی تو کیون رہنے دو ارمان کو

یہ حسنِ دلنواز اُسپر یہ طرز میرزا یا نہ
کوئی دیکھے ذرا اُس بادشاہِ کجکلاہان کو

مری احوال پُرسی کو ہی ہر تار اک زبان گویا
دعا دیتا ہی ہر موی تن اُس زلفِ پریشان کو

حریفِ نالہ ہو گر نغمۂ نے تیری محفل مین
شرارِ آہ سی مین پھونکدون سارے گلستان کو

کہون کیا سجدہ ہای شوق کی ہنگامہ آرائی
وہ طوفان یاد ہی ابتک زمینِ کوی جانان کو

قیامت ہی ہمارے کلبۂ احزان کی تاریکی
جمالِ یار نے روشن کیا کسکے شبستان کو

ہوای زخم مین بیتاب ہون یارب مبارک ہو
خلش میری جگر کو اور درازی اُسکی مژگان کو

بھلا اس وحشت آبادِ جہان مین دل لگے کیونکر
پریشان دیکھتا ہون ہر طرف خاکِ عزیزان کو

کلامِ میر پڑھ پڑھ کر ہوا ہون نکتہ ور وحشت
تلمذ ہے اُسی اُستاد سی طبعِ سخندان کو

ردیف ہای ہوز

سُرور افزا ہوئی آخر شراب آہستہ آہستہ
ہوا وہ بزمِ می مین بیحجاب آہستہ آہستہ

رُخِ روشن سی یون اُٹھی نقاب آہستہ آہستہ
کہ جیسے ہو طلوعِ آفتاب آہستہ آہستہ

کیا جب شوق نی اُس سے خطاب آہستہ آہستہ
حیا نے بھی دیا آخر جواب آہستہ آہستہ

وہ مستی خیز نظرین رفتہ رفتہ لے اُڑین مجھکو
کیا کاشانۂ دل کو خراب آہستہ آہستہ

بڑھا ہنگامۂ شوق اسقدر بزمِ حریفان مین
کہ رخصت ہو گیا اُسکا حجاب آہستہ آہستہ

گیا کامل ہمین اِک عمر مین سوزِ محبت نے — ہوئے ہم آتشِ غم سے کباب آہستہ آہستہ

عبث تھا ضبط کا دعویٰ ستم اُسکے ستم نکلے — نگاہین ہوگئین آخر پُر آب آہستہ آہستہ

دبستانِ وفا کی زندگی بھر خاکروبی کی — سمجھ مین آئی الفت کی کتاب آہستہ آہستہ

ہمارا دستِ خواہش ہو چلا گستاخ سا کچھ کچھ — ارے اب مست اُسکو بھی شباب آہستہ آہستہ

بقدرِ شوق اُسے تابِ تپیدن تھی کہان قاتل — گیا بسمل نے تیرے اضطراب آہستہ آہستہ

بلا ہین شاہدانِ شہر وحشت می پرستی مین — ہوا مین اُنکی صحبت مین خراب آہستہ آہستہ

ردیف یای تحتانی

کس نامِ مبارک نے مزہ مُنھ کو دیا ہے — کیون لب پہ مرے زمزمۂ صلِ علیٰ ہے

کس در کی گدائی مری قسمت مین ہے یارب — سر پر جو مرے سایہ فگن بالِ ہما ہے

سینے مین مرے داغِ غمِ عشقِ نبی ہے — اِک گوہرِ نایاب مرے ہاتھ لگا ہے

سرگرم ہے دل شافعِ محشر کی طلب مین — کافر ہون اگر کچھ بھی غمِ روزِ جزا ہے

تیرے ہی تو ہے حسنِ جہانتاب کا شہرہ — تجھ سے ہی تو اِس نیرِ اعظم کی ضیا ہے

گستاخ تری مدح سرائی مین ہے وحشت — کیونکر نہو تیرے ہی تو کوچے کا گدا ہے

سامان ہین میرے قتل کے قاتل کو عید ہے — دل کو نوید ہو کہ خوشی کی نوید ہے

ہین تنگ تجھ سے ساری حسینانِ روزگار
ای چشمِ حسنِ دوست یہ کیا شوقِ دید ہے

ہر چند سینہ سوزیٔ دل ہے جگر گداز
جان اپنی صرفِ نعرۂ ہل من مزید ہے

اندازِ سادگی کا تو کل تک ہلاک تھا
دل آج شانِ کجکلہی کا شہید ہے

ہے فکرِ خوب و زشتِ جہان سے اُسے فراغ
اچھا ہے وہ جو پیرِ مغان کا مرید ہے

تم میرے دشمنون کے ہوئے دوست ہاے ہاے
اور یان ہنوز مجھکو وفا کی امید ہے!

کیون سینۂ حزین مین دھڑکنے لگا ہے دل
آنا ترا تو امن و امان کی نوید ہے

دیکھ آئے آج وحشتِ خاطر شکستہ کو
بیچارہ زندگی سے تو اب نا امید ہے

۸

۸۰

چھوڑ جائے خون مین غلطان تو دلِ قاتل مین ہے
وای وہ اِک آرزو جو خاطرِ بسمل مین ہے

گرد پھر پھر کر فدا ہوتا ہے یہ کس کا غبار
بند کس دل کی تمنا پردۂ محمل مین ہے

اپنی رنگینی سے ہے کیا زیب بخشِ پیرہن
داغِ خون کس نوجوان کا دامنِ قاتل مین ہے

اِک قیامت کا سمان آگے تری کوچے مین تھا
اب وہی ہنگامۂ محشر تری محفل مین ہے

وان سرِ تیغ آزمائی یان ہوای شوقِ قتل
کچھ کسی کے دل مین ہے اور کچھ کسی کے دل مین ہے

غنچہ خواہشمند گیسو اک طرف بادِ بہار
بوی عطر آگین تری زلفون کی کس مشکل مین ہے

قحطِ اربابِ سخن ہے یا ہجومِ ناکسان
وحشتِ آتش زبان خاموش کیون محفل مین ہے؟!

۸۱

مجھپر ہے وہی لطف جو اور ون پہ رہا ہے
ناقدر شناسی نہین صاحب تو یہ کیا ہے

ہے یار کو شکوہ تری آتش نگہی کا
ای آہ شرر ریز مجھے تجھسے گلا ہے

جان ہی کو مری لیکے اگر جائے تو جائے
درد دل بیمار کہ درمان سے خفا ہے

کیون مجھکو زخود رفتہ کئے دیتی ہو یارب
وہ بوی دلآویز کہ ہمدوش صبا ہے

کیون کٹ نہ گئی اپنی زبان ذکر وفا پر
شرمندگی یار نے شرمندہ کیا ہے

اتنا بھی نہین یاد کہ کسکی ہے مجھے یاد
ای بیخودی شوق یہ کیا رنگ ترا ہے

ہان ذوق ستم مژدہ کہ وہ بے سبب آزار
سرگرم دلآزاری ارباب وفا ہے

آئینہ بنایا مجھے آئینہ رخون نے
یعنی لب گفتار تمنا سے خفا ہے

محفل مین ہے بے لطف نواسنجی یاران
یان نغمہ سرا وحشت آشفتہ نوا ہے

نہ فقط تنگ ہے غنچۂ زندان مجھسے
ہے مرے پاؤن کی زنجیر بھی نالان مجھسے

وای ناکامی قسمت کہ شمیم گل بھی
صورت باد بہاری ہو گریزان مجھسے

سر سے پہلے تو مرے ہاتھ قلم کر قاتل
انس رکھتا ہو ترا گوشۂ دامان مجھسے

دیر مین اپنا ٹھکانا ہے نہ کعبے مین پناہ
کفر رنجیدہ ہے آزردہ ہو ایمان مجھسے

دامن ناصح نادان کی خبر لون وحشت
پوچھتا ہے سبب چاک گریبان مجھسے!

خاطر شکستہ دی مژہ خونابہ بار دے
رحم اُس کو جس سے آئے وہ پروردگار دے

تو وہ نہین کہ تیرے قدم لے سکے کوئی
اُسکے نصیب ہین جسے تو یہ وقار دے

گر گزرون مین بھی جرأتِ رندانہ ایک دن — کیا خوب ہو جو تو مجھے مجنون قرار دے

ہم فرصتی پر اپنی بھی کچھ غور مین کر دن — فرصت اگر زمانۂ ناپائدار دے

درمان طلب ہے وحشتِ خستہ عدو سے آج

یون بھی کسیکو درد نہ پروردگار دے

۵

پر ایا پال لیکر آپ نے کی بیرخی اچھی — بغل مین لیکے دل چلتے ہوئے تھی دل لگی اچھی ۶۲

عیادت کے لئے بھیجا ہے میری پاس دشمن کو — نکالی ہو دوا ظالم نے میرے درد کی اچھی

طبیعت اپنی ہی غمدست ہمکو درد ارزانی — مزاج اپنا ہے مستغنی ہماری بیکسی اچھی

نہ الفت دوستون سے ہے نہ دشمن سے عداوت ہے — نہ اُنکی دوستی اچھی نہ اُنکی دشمنی اچھی

بلا تقصیر مجھ سے کھنچ گئے یہ بانکپن اچھا! — عدو سے بے تکلف ملگئے یہ سادگی اچھی!

بڑھایا قطرۂ شبنم نے حسنِ خندۂ گل کو — جو غم آلودہ ظاہر ہو جہان مین وہ خوشی اچھی

اگر تیغ آزما تم ہو تو اچھا سر کا کٹ جانا — اگر ناوک فگن تم ہو تو دل کی خستگی اچھی

یہ مانا ذکرِ دشمن کچھ محبت سے نہ تھا لیکن — دلِ رشک آشنا مین میرے اک چٹکی تو لی اچھی

رسائی عقل کی کیا خاک ہو اسرارِ قدرت مین — مری دیوانگی اچھی مری آشفتگی اچھی

چلا ہے سمت کعبہ بتکدے کو چھوڑ کر وحشت

نظر پڑ جائے یارب راہ مین صورت کوئی اچھی

۱۹

خاموش ہون اُس شوخیٔ گفتار کے آگے — تصویر کی حالت ہے مری یار کے آگے ۶۵

مجھ سے جو کھنچے رہتے ہو یہ ناز ہے کیسا — جھکتے نہین کیا تم کبھی اغیار کے آگے

دشمن کا گمان ہی کہ یہ کچھ کہہ نہین سکتا — کھلتی جو نہین میری زبان یار کے آگے

پھرتا ہے نظر مین وہی دورِ قدح مے — کیا دورِ فلک رندِ قدح خوار کے آگے

ای عہد شکن تو نے نہ دیکھا کبھی آ کر — کیا کیا نہین آیا ترے بیمار کے آگے

آتے ہین مزے جو مرے آزار مین تجھکو — ہین خاک مری لذت آزار کے آگے

ہے ذوقِ اسیری کہین آزاد نہو جائے — صیاد نر کھہ دام گرفتار کے آگے

افسردگی شمع پہ جلتا ہے مرا جی — ہے حال عجب تابِ رُخ یار کے آگے

پُر درد ہے جانکاہ ہی مرنا مرا وحشت — روتا ہے عزادار عزادار کے آگے

۸۶

جان اُسکی اداؤن پہ نکلتی ہی رہینگی — یہ چھیڑ جو چلتی ہے سو چلتی ہی رہیگی

ظالم کی تو عادت ہی ستاتا ہی رہیگا — اپنی بھی طبیعت ہے بہلتی ہی رہیگی

دل رشکِ عدو سے ہے سپندِ سرِ آتش — یہ شمع تری بزم مین جلتی ہی رہیگی

غمزہ ترا دھوکھا یونہین دیتا ہی رہیگا — تلوار ترے کوچے مین چلتی ہی رہیگی

اِک آن مین وہ کچھ ہین تو اِک آن مین کچھ ہین — کروٹ مری تقدیر بدلتی ہی رہیگی

انداز مین شوخی مین شرارت مین حیا مین — وان ایک نہ اک بات نکلتی ہی رہیگی

وحشت کو رہا اُنس جو یون فنِ سخن سے — یہ شاخ ہنر پھولتی پھلتی ہی رہیگی

۸۷

دیکھکر مجھکو جو وہ حال مرا جان گئے — جی کے ارمان دلِ بیتاب کے قربان گئے

بدگمانی کی سزا مین نے یہ اچھی پائی
ضد پہ آنا تھا کہ پھر وہ کہین مہمان گئے

بیقراری سی طبیعت کو لگی رہتی ہے
اسکی شوخی کہ دل و دین مرے قربان گئے

تا بہ گفتار تمنا کا پہنچنا معلوم
ہم تری جور تغافل کی روش جان گئے

یہی کہکر مین براہون کہ "برے ہین دشمن"
یہ بُری بات تھی کوئی جو برا مان گئے؟

کچھ تو صورت دل بیتاب کی تسکین کی بھی ہو
یہ تو ہم جان گئے آپ ہمین جان گئے

شدتِ درد سے بیدردئ جانان سمجھے
اپنی حالت پہ نظر کی اُسے پہچان گئے

عذرِ تقصیر ہوا باعث تعذیر آخر
جیسے شرمندہ ہم آئے تھے پشیمان گئے

دیکھ لی آج پریشانئ رنگِ تمکین
نالہ لب تک بھی نہ پہنچا تھا کہ اوسان گئے

پرفشانی ہے ہماری خبرِ سختئ دام
طرز آغاز سے انجام کو ہم جان گئے

ہو جفا مین کہ تغافل مین سمجھ ہی لینگے
ہم ترے لطف کے انداز کو پہچان گئے

اس طرف بھی ہو عنایت کی نظر اے ساقی
ہم بھی اکبار کہین "لا ترے قربان گئے"!

ربط اغیار سے تیرا کسے آتا تھا یقین
ہم تو کب ماننے والے تھے مگر مان گئے

شومئ عشق کہ ہم ہو گئے رسوای جہان
خوبئ حسن کہ سب آپ کو پہچان گئے

ہمسری تیری تو اب ہو نہین سکتی وحشت ١٥
تو فن شعر کا اُستاد ہے ہم مان گئے

٨٨

خلقت فدای صنعتِ خلقت طراز ہے
آئینہ محوِ جلوۂ آئینہ ساز ہے

مسجودِ آسمان ہی تری جلوہ گاہِ ناز
کیونکر نہو کہ کعبۂ اہلِ نیاز ہے

ای حسن ابو چلی ہے ہوس ہمرکاب عشق — تجھ سے امید یک نگہ امتیاز ہے

جاتا ہے کوئی مشغلۂ ذکر زلف یار — ہرچند جانتا ہون یہ قصہ دراز ہے

درد نہان عشق نے رسوا کیا مجھے — اشک چکیدہ آب گہرہای راز ہے

ہوتا ہے بند توبہ کا دروازہ گر تو ہو — واعظ مین کیا ڈرون در میخانہ باز ہے

وحشت سخن شناس زمانے مین اب کہان
کیونکر نہ روئیے کہ طبیعت پہ ناز ہے

ہجر مین آہ لبون تک مرے کیا آتی ہے — دل تڑپتا ہے اُسی کی یہ صدا آتی ہے

ای خوشا اُس چمن آرا کا پریخانۂ ناز — کہ جہان خاک مری ناصیہ سا آتی ہے

جای مرہم ہے سرانگشت حنائی کا خیال — زخم پنہان سے مرے بوی حنا آتی ہے

بیحجابی مین وہ سرگرم ہو وان غیر کے ساتھ — منع کرتے ہوئے یان مجھکو حیا آتی ہے!

دیکھنی ہے ہمین منظور صبوحی کی بہار — موج مے بھی روان موج صبا آتی ہے

بیوفا آکے مری قبر پہ پہرون رویا — خاک دل سوختہ سے بوی وفا آتی ہے

کھلگیا مجھپہ ترا غیر سے چھپکر ملنا — تجھ سے ملتے ہوئے اب مجھکو حیا آتی ہے

بوی پیراہن جانان ہے نہ خاک در دوست — تجھکو کچھ شرم بھی اے باد صبا آتی ہے

کیون ہے جاذب کشی کوی بتان کی وحشت
شرم ناموس بھی کچھ مرد خدا آتی ہے ۹

چشم تر آنسو بہانا چھوڑ دے ۹۰ یار کو رو کر رلانا چھوڑ دے

آنکھ غیرون سے لڑانا چھوڑ دے | چھوڑ دے صبر آزمانا چھوڑ دے
دیکھ لی تیری محبت دیکھ لی | تو محبت آزمانا چھوڑ دے
وہ غیور اور گل تبسم آشنا | کیا عجب گر مسکرانا چھوڑ دے
مُنھ چھپائینگے یونہین تجھ سے بھی ہم | ہم سے ظالم مُنھ چھپانا چھوڑ دے
ہم ترے کوچے مین پھرنا چھوڑ دین | غیر تیرا آستانہ چھوڑ دے
گر جلانے کو بہت ملتے ہین دل | تو مرے دل کا جلانا چھوڑ دے
مسکرا دیتا ہون اُسکو دیکھکر | ہے یہ مطلب مُنھ بنانا چھوڑ دے
آزمانے کے قرینے اور ہین | آزمانے کا بہانہ چھوڑ دے

قدر وحشت کی کہان اُس بزم مین ۱۰
ہے یہی بہتر کہ جانا چھوڑ دے

بسانِ خاکِ رہ جب کوئی جانان کی زمین پکڑی ۶۱ | کسی نے جز قیامت پھر نہ میری آستین پکڑی
ہمارے قتل کو بس تھا اشارہ دست نازک کا | نزاکت کا کیا خون کس لئے شمشیر کین پکڑی
ازل کے آئینہ خانے مین کسبِ رنگ ہوتا تھا | کہ میری عکس نے اِک صورت اندوہگین پکڑی
اُسے تھا ناز تمکین پر کہ شوخی لیگئی بازی | تبسم نے عجب انداز سے چین جبین پکڑی
بہت مین نیچہ بموج صبا سے صبحدم اُلجھا | جو گستاخانہ اُس نے تیری زلفِ عنبرین پکڑی
ہوس بوسی کی ہی ہمت کرون اور بے کہے لیلون | کہ پھر اصرار ہی بے سود جب اُسنے نہین پکڑی
جو چمکی تیری در دِ سر سے دستِ غیر کی قسمت | تو مین نے بھی ہین سر پٹکر اپنی جبین پکڑی

نگاہِ ناز مین رنگ عتابِ اک لطف رکھتا تھا
یہ حادث مہرورزی کی عبث اُنے نازنین پکڑی

برنگِ تیر آنا اور دل کے پار ہو جانا
یہ خُو مژگان کی تو نے ای نگاہ شرمگین پکڑی

ابھی دستِ طلب پہنچا نہ تھا ظالم کے دامن تک
اُٹھا محفل سے اُٹھا اور اُٹھکے میری آستین پکڑی

ہے وقتِ واپسین بھی دھیان تیرا اسے ای تیر وحشت کو
جگہ یہ خوب تو نے دل مین ای خلوت نشین پکڑی

وحشتِ مبتلا خدا کے لیئے
جان دیتا ہے کیون دغا کے لیئے

آشنا سب ہوئے ہین بیگانے
ایک بیگانہ آشنا کے لیئے

ہم نے عالم سے بیوفائی کی
ایک معشوقِ بیوفا کے لیئے

تھا اُسے ذوقِ عاشق آزاری
خوب مین نے مزے جفا کے لیئے

فکر کیون اسقدر ہے صاحب کو
اِک غلامِ گریز پا کے لیئے

غالب آئی فراموشی اُسکی
وعدہ تڑپا کیا وفا کے لیئے

یہ بھی تیری گدا نوازی تھی
مین نے بوسے جو نقشِ پا کے لیئے

ذوقِ نظارہ نے کیا ہے خاک
سُرمہ ہون چشمِ سُرمہ سا کے لیئے

جستجو تنگِ آرزو نکلی
دردِ رسوا ہوا دوا کے لیئے

بڑھ چلی ہے بہت حیا تیری
مجھکو رسوا نکر خدا کے لیئے

ہے خموشی مجھے زبان وحشت
فکر کیا عرضِ مدعا کے لیئے

٩٣

وہان سہی میرے اقارب کو کیا مری خبر آئے
تری گلی سے مری لاش بیوفا مگر آئے!!

پہنچگئے ہین کہین تو صنمکدہ ہو کہ کعبہ
اب اِسکو جانے بھی دو فرطِ شوق مین جبھر آئے

تجھے کہ عشق و ہوس مین کچھ امتیاز نہین ہے
نگاہِ حسرت اہل وفا مین کیا نظر آئے

ہمین مجال کہان ہے کہ جائین ہم ترے گھر تک
تجھے خیال کہان ہے کہ تو ہماری گھر آئے

ابھی ذرا مجھے قاتل کے کوچے سے نہ اُٹھائیے
بہارِ زخم تو جب ہے کہ خون تا کمر آئے

دکھائین ہم بھی تجھے ایک دن بہارِ تبسم
لبِ جراحتِ دل مین جو خونِ ناب بھر آئے

پہنچ سکے ترے لب تک نہ شیشہ مئے گلگون
تجھے خیالِ دلِ عاشقان کبھی اگر آئے

ہے اب تو طعنِ اقارب کا ڈر بھی بیم عدو بھی
گئی وہ بات کہ بدعہد تو ہمارے گھر آئے

بطور تحفہ اسے بھیجیے بخدمتِ کوکب
زبان خامہ پہ وحشت جو کوئی شعرِ تر آئے

۹۴
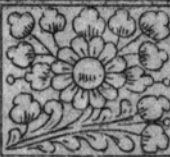
رہے جاری کہانتک اشک خونین دیدۂ تر سے
لہو پانی ہوا جاتا ہو جب ظالم ترے ڈر سے

ملا کرتا ہے اب زہر آب جامِ چرخِ اخضر سے
بہت دل کو مرے تھا ذوق خطِ سبزِ دلبر سے

قتیلِ عشق اگر نالان ہوا بیدادِ دلبر سے
الٰہی ہو نہ لذت یاب لطفِ آبِ خنجر سے

رہ سیلاب بھی پنبہ سے کوئی بند ہوتی ہے
اُٹھا لو اپنا دامن تم ہمارے دیدۂ تر سے

ترے لب تشنگانِ شوق مر کر بھی رہی پیاسے
کوئی صورت کشادِ کار کی نکلی نہ خنجر سے

ادھر آ ساقیِ پاکیزہ طور ای مہربان میرے
مجھے مسرور کر اک پُر تکلف ساغرِ زر سے

وفورِ اضطرابِ شوق سے دل کے عجب کیا ہے
اُڑے پروازِ نامہ چھوٹ کر بالِ کبوتر سے

یہ پانی پانی ہو جانا ندامت سی ندامت ہے — عبث ہے ابر کو چشمک ہمارے دیدۂ تر سے

گدای میکدہ ہون تو بی محو بس ہے تسلّی کو — غرض ہے مجھکو شیشے سی نہ مطلب مجھکو ساغر سے

تمھارے ہاتھ مین رنگ حنا ہی ہم نہ مانین گے — یہ قطرے خون کی ٹپکے ہین کسکے قلبِ مضطر سے؟

یہ حالِ اضطرابِ شوق تھا فصلِ بہاران مین — کہ دل کی زخم کھجلاتی رہے ہے ہم نوکِ نشتر سے

مگر جذبِ محبت دے رہا انہین توفیق پرسش کی — کھڑے ہین دور وہ اپنی مریض غم کی بستر سے

سنا تازہ غزل کوئی بطرز میرزا غالب ۱۴

کہ یہ بزم سخن خالی نہین وحشت سخنور سے

نہ نکلے عمر بھر شور جنون دیوانہ کے سر سے — مبادا ہو خجل چاکِ گریبان صبح محشر سے ۹۵

زبان کو آشنا کر آج ذوقِ آتش تر سے — کہ لذت یاب ہونا ہے تجھے کل آب کوثر سے

تحیر سے دیا گویا جواب عرضِ بیتابی — حجاب آلودہ ہے آئینہ شوخیہای جوہر سے

مبارک ہو تجھے بزم نشاط و سیر گل لیکن — کبھی کچھ شرم بھی کر عاشقون کے دیدۂ تر سے

بہشتِ عشق مین ہون اک بہارِ ناز کا زخمی — جراحت کو مرے چشمک سی ہے طاؤس کے پر سے

مری مایوسیون نے دی مجھے تعلیم گستاخی — کہ بیٹھا رہگزر پر مین اٹھایا جب مجھے در سے

ارادت ہی مجھے اُس ساقی خمخانۂ دل سے — لیا جس نے تہ و بالا جہان کو ایک ساغر سے

فراق جسم و جان ہونے نہ پایا ہمکو حیرت ہے — ہوئے کیونکر جدا بار خدایا اپنے دلبر سے

یہ تیر الطفِ بے ہنگام دشمن کو مبارک ہو — ہمین معذور رکھ ہم ڈر گئے ہین تیری تیور سے

ہمارا شوق ہے شاہد ہماری تیز گامی کا — رہے راہ فنا مین دو قدم آگے ہی رہبر سے

یہ کثرت تھی معاصی کی کہ ہم مایوس ہو جاتے — اگر شرمندگی ہوتی بھی اپنے دامنِ تر سے!

نوید اے شوقِ قتل و مژدہ اے ذوقِ گرفتاری — دمِ پرواز بوی خون نکلتی ہے مرے پر سے

بنے چشم و چراغِ رہ نوردانِ بلا وحشت

۱۴

اگر دشتِ جنون گر کسبِ ویرانی مرے گھر سے

۹۶

دیکھلے گر تو مسرت خاطرِ اغیار کی — تجھ پہ کھلجائے جو حالت ہے ترے بیمار کی

خط رہا اپنا کھلا مانندِ چشمِ انتظار — شرح لکھی تھی جو مین نے حسرتِ دیدار کی

رات کا وعدہ تھا پر وہ آتے آتے رہ گئے — سو گئی قسمت ہمارے دیدۂ بیدار کی

یاد وہ دن جب پڑا تھا دور کوی یار سے — ڈھونڈھتی پھرتی تھی مجھکو خاک کوی یار کی

ای بہارِ حسن! پہنچا ہی گلستان چھوڑ کر — آرزو تھی گل کو تیرے گوشۂ دستار کی

نقش ہے دل پر مرے ظالم ترا اندازِ جور — زخم اک تصویر ہے گویا تری تلوار کی

مرگ کوکب نے کیا وحشت مجھے افسردہ دل

کون ہے اب قدر جو سمجھے مرے اشعار کی

۹۷

حاجت شراب کی ہے نہ چنگ و رباب کی — بدمستیان غضب ہین شبِ ماہتاب کی

گرمی تھی صبحِ حشر غضب آفتاب کی — گویا تھی اک جھلک تری برقِ عتاب کی

فارغ ہوئے مطالعۂ گلستان سے ہم — اب شرح لکھ رہے ہین محبت کے باب کی

پردہ کھلا نہ حضرت واعظ کی چال کا — تسلیم ہمکو بھی ہے بزرگی جناب کی

مستی سے اُن نگاہون کی سرخوش ہوئے ہین ہم — پہنچی ہے بو دماغ مین گویا شراب کی

کسکا جمال جلوہ طرازِ خیال تھا — لذت اُٹھائی ہم نے زلیخا کے خواب کی

بیطاقتی سے دیتے ہین تمکین کا ہم جواب — غیرت نے اہل عشق کی مٹی خراب کی

تیری ادا کہ بے ادبون کی ادیب ہے — تعلیم دے رہی ہے مجھے اضطراب کی

کیا کم ہے یہ شرف کہ پڑھا اُسنے خط مرا — اُس روسیاہ کو ہے توقع جواب کی

بچپن کے دن ترے تو گزرتے تھے میرے ساتھ — اب کسکے ساتھ کٹتی ہین راتین شباب کی

مجبور ہم ہین اور فرشتون کو دیکھئے — فہرست لکھ رہے ہین عذاب و ثواب کی

ہین بیخودی کہ دور مین سرگرم جستجو — ہمکو خبر نہین ہے درنگ و شتاب کی

اُس زلفِ خم بخم کا بھی اب بل نکل گیا — لائی نہ تاب خاطرِ پر پیچ و تاب کی

ہر چند راہ عشق مین رسوائیان ہوئین — باقی ہے آبرو مری چشمِ پر آب کی

ای جوشِ ناتوانیٔ عاشق ستم کیا — تھی آرزو غبار کو بوسِ رکاب کی

ای رستخیز اُٹھ کہ تماشے کا وقت ہے — اُس شوخ نے بنائی ہے صورت عتاب کی

کیا کیا بگڑ رہے ہین وہ اہل نظارہ پر — تقریب ہے کشودنِ بندِ نقاب کی

ای نوبہارِ تازہ کسی دن تو یاد کر — افسردگی کو اِس دلِ ناکامیاب کی

دون کیا شمار تجھکو مین اِس دل کے داغ کا — فہرست ہے ترے ستمِ بیحساب کی

تغییرِ رنگِ دہر تعجب کی جا نہین — عادت سی ہوگئی ہے اِسے انقلاب کی

وحشت وہ عیش مجھکو نہ بھولیگا عمر بھر — کرتی تھی بیحجاب اُسے مستی شراب کی

۹۹

ادا تو اور ہی کچھ ہے تمھاری زلف برہم کی
جو دیکھی غم کی صورت بنگئی صورت وہیں غم کی

نہو ذوق نمک سے آشنا زخم جگر میرا
میں اس نسبت پہ نازاں ہوں ہے گویا ایک ہی صورت

نیاز بندگی خدمت میں جب بڑھتا گیا میرا
تری عالم فریبی کا تو حسن یار کیا کہنا

عرق آلودہ ہونا اس رخ رنگیں کا ایسا ہے
نہ پھیر انجھکو محروم ایک دن پیر مغان تو نے

جناب شیخ کیا سمجھیں کہ کیا ہے بادہ گلگون
دل نازک ترا آلودہ غم ہو گیا آخر

تو ٹھہری ہے یہ کس کشتہ گیسو کے ماتم کی
کسی نے آبرو رکھ لی کسی کی چشم پرنم کی

گر اس نا واقف لذت کو ہے تدبیر مرہم کی
مے حال پریشاں کی ترے گیسوی برہم کی

عنایت رفتہ رفتہ بندہ پرور آپ نے کم کی
تری نسبت سے خود مجھ پر نظر پڑتی ہے عالم کی

کہ جیسے برگ گل پہ ہو نمایاں بوند شبنم کی
خدا دے اور برکت خیر ہو دا تا ترے دم کی

انہیں سے جھیگی کوثر کی انہیں سے جھیگی زمزم کی
ندی ہوتی مجھے تکلیف تو نے نالۂ غم کی

خدا کے واسطے موقوف کر اپنی غزلخوانی
ترے لب پہ ہے وحشت بس وہی اک داستان غم کی

۹۹
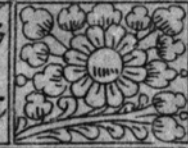
دام ہے طول امل اس سے رہا ہو جائیے
گو نپاؤں تجھکو پر سمجھونگا گو یا پالیا

کاروان درد کا ہے کوی جاناں سے گزر
نبض خس میں کیجیے پیدا حرارت شعلہ کی

جلوہ سرگرم نمائش ہے کھنچا جاتا ہے دل

رفتہ رفتہ یک دل بے مدعا ہو جائیے
تیری راہ شوق میں بیدست و پا ہو جائیے

نالہ پیہم سے آواز درا ہو جائیے
یعنی اس بیگانہ خو سے آشنا ہو جائیے

ہو اگر توفیق تو تجھپر فدا ہو جائیے

دردمندانِ وفا کو بس ہے تیرا التفات — تیرے قربان ای نگاہِ آشنا ہو جائیے

ہم خدا خواہی و ہم دنیا دون" وحشتؔ یہ کیا!
جستجو مین اُسکی برقِ ماسوا ہو جائیے

۱۰۰

یہ تھی انتہا غمِ عشق کی مرے دل کو بیخبری رہی — نہ وہ آہِ نیم شبی رہی نہ وہ زاری سحری رہی

دلِ خستہ کیطرف ایکدن ہوئے ملتفت نہ غرور سے — مری نذرِ اُمیدِ قبول مین جو دھری تھی یونہین دھری رہی

وہ عجب تبسمِ ناز تھا کہ صبا کو بھی عرق آگیا — نہ تو گل مین رنگِ ادا رہا نہ چمن کی جلوہ گری رہی

کہون کیا مصیبتِ آرزو ملی کہین بھی وفا کی بو — مری خاک وادیِ عشق مین وہی محوِ دربدری رہی

وہ یونہین کب آتے تھے میرے گھر جو وہ آئے بسترِ مرگ پر — مری آہ تادمِ واپسین گلہ مندِ بے اثری رہی

وہ جو شیشہ تھا سو پگھل گیا تھی شرابِ جتنی بہہ گئی — ستمِ کشاکشِ آرزو کہ نہ دل رہا نہ پری رہی

ہے یہ حال وحشتؔ خستہ کا ستمِ جہالتِ عام سے
کہ نہ شوقِ شعر و سخن رہا نہ ہوای نکتہ وری رہی

۱

حسن ہو صرفِ ہوس یہ امتیازِ ناز ہے — غیر کو دکھلاتے ہین انداز! کیا انداز ہے!

کب نظر ہوتی ہے ہم حیرت زدون کے حال پر — سُرمہ تیرا دوست آئینہ ترا ہمراز ہے

صید ہے عاجز تو ہے صیاد بھی عاجز نواز — بے پر و بالی مجھے بال و پرِ پرواز ہے

میری صبحِ وصل شامِ ہجر کی تمہید ہے — اور شامِ ہجر صبحِ حشر کا آغاز ہے!

نکتہ پردازی مین وحشتؔ پیروِ غالب ہون مین
سُرمہ کو کہتا ہون دودِ شعلۂ آواز ہے

۲

کوئی نظر مرے دل پر بھی یار ہو جائے
تری بلا سے اگر بیقرار ہو جائے

ہزار بار سہین ہم فراق کے صدمے
ترا وصال اگر ایک بار ہو جائے

سبب نہ پوچھ مرے دل کی بیقراری کا
یہ چاہتا ہے کہ تجھ پر نثار ہو جائے

دلِ ستمزدہ مجرم ہوا ہے الفت کا
تری نظر مین نہ بے اعتبار ہو جائے

غبارِ خاطرِ جانان کوئی نکلتا ہے
دلِ شکستہ نہ جب تک غبار ہو جائے

ترے وصال پہ گر دسترس نہین ممکن
تو زہرِ غم ہے مرا غمگسار ہو جائے

وہ تیرِ ناز کہ جسکا ہدف ہے سینۂ غیر
خدا کرے کہ مرے دل کے پار ہو جائے

غرورِ حسن اگر ہے نہ دیکھ آئینہ
ترا حریف نہ تجھسے دوچار ہو جائے

خیال بسکہ رہا سوزِ غم چھپانے کا
کہین خموش نہ شمعِ مزار ہو جائے

شمار اگر وہ کرے اپنے جورِ پنہان کا
تو میرے داغِ جگر کا شمار ہو جائے

خیال اُسکی مژہ کا بھلا سہی لیکن
نہ اسقدر بھی کہ جی بیقرار ہو جائے

ترا وصال کہان دل کو ہے یہی بہتر
کہ خوگرِ المِ انتظار ہو جائے

نہ رکھ نظارے کی اُس کم نصیب پہ تہمت
جو تجھکو دیکھکے بے اختیار ہو جائے

۱۴
کہانی اپنی بھی وحشتؔ عجب کہانی ہے
جسے سنایئے وہ اشکبار ہو جائے

۳

شوق پھر کوچۂ جانان کا ستاتا ہے مجھے
مین کہان جاتا ہون کوئی لیئے جاتا ہے مجھے

جلوہ کس آئینہ رُو کا ہے نگاہون مین کہ پھر
دلِ حیرت زدہ آئینہ بناتا ہے مجھے

عاشقی شیوہ لڑکپن سے ہے اپنا ناصح — کیا کرون مین کہ یہی کام کچھ آتا ہے مجھے

لطف کر لطف کہ پھر مجھکو نہ دیکھیگا کبھی — یاد رکھ یاد کہ تو در سے اُٹھاتا ہے مجھے

وحشت اِس مصرعِ جرأت نے مجھے مست کیا

"مجھ تو بھایا ہے کہ اب کچھ نہین بھاتا ہے مجھے"

ناز اُسدم مجھے قسمت پہ بجا ہوتا ہے — سر مرا جب تری قدمون پہ دھرا ہوتا ہے

دل کی کیا تاب کرے عشق کا تیرے دعویٰ — ہان غریبانہ ترے رُخ پہ فدا ہوتا ہے

پیشدستی تری زلفون کی ہے مین ہون مجبور — شوق سے کوئی گرفتارِ بلا ہوتا ہے

لا سُنگھادے مجھے پیراہنِ جانان کی شمیم — اِسمین احسان ترا بادِ صبا ہوتا ہے

تیرے انداز کا انداز کوئی کیا سمجھے — ناز ہوتا ہے جدا عشوہ جدا ہوتا ہے

خضر سے کام نہین مجھکو کہ خود شوق ترا — راہ مین تیری مرا راہ نما ہوتا ہے

مژدہ ای حسرت و اندوہ و غم و درد و الم — دلِ آفت طلب آغوش کشا ہوتا ہے

عشق کا درد ہی اور اسکو مین رکھتا ہون عزیز — جانتا ہون کہ یہ آخر کو دوا ہوتا ہے

بوسۂ شوق کا میرے متحمل نہ ہوا — پای نازک ترا پابندِ حنا ہوتا ہے

لطف کی اب ترے عشاق کو خواہش نہ رہی — تو جس انداز سے سرگرمِ جفا ہوتا ہے

بڑھتا جاتا ہے ستمگر کا تغافل ہر روز — میرا نالہ تو کچھ ایسا ہی رسا ہوتا ہے

آج ناصح نے بھی اقرار محبت کا کیا — اُن نگاہون کا کوئی تیر خطا ہوتا ہے

تیری شمشیر کی لذت سے ہے ابتک محروم — سر شوریدہ کہ زانو پہ دھرا ہوتا ہے

غزل اک اور تو یاردن کو سنادے وحشت
١٤
اثر اس زمزمہ کا دیکھ تو کیا ہوتا ہے

پیار کرتا ہون اُسے اور وہ خفا ہوتا ہے — ربط کا طور یہ ہے دیکھیے کیا ہوتا ہے

خندہ اُس نو گل خوبی کا ہے کتنا دلکش — دہن غنچہ جس انداز سے وا ہوتا ہے

پھر ہوس ہے کہ نئی سر سے ترے دام مین آئے — مصلحت ہے کہ ترا صید رہا ہوتا ہے

اب تو بس اہل غرض کام بنا لیتے ہین — وای وہ دل کہ جو پابند وفا ہوتا ہے

عشق وہ مدرسہ ہے جسمین کہ اگر انسان — مائل شیوۂ تسلیم و رضا ہوتا ہے

عیش سی کھل نہین سکتی مری خاطر کی گرہ — کون جز ناخن غم عقدہ کشا ہوتا ہے

سر سے تا عمر اُترتا نہین یہ نشۂ بنگ — شوق ان سبز خطون کا بھی بلا ہوتا ہے

ای نگاہ کرم یار مدد کر میری — اک اشارے مین ترے کام مرا ہوتا ہے

سجدہ اُس پای نگارین کا میسر نہوا — ہای وہ سر کہ جو زانو پہ دھرا ہوتا ہے

کون بدبخت وفا کر کے گنہگار رہوا — تو جو یون درپے ارباب وفا ہوتا ہے

بے غم عشق مزا زیست کا کیا خاک ملے — قحط اندوہ خود اندوہ فزا ہوتا ہے

شکوۂ درد ہی لب پر تری وحشت ہی ہے
١٢
کیا یہی شیوۂ ارباب وفا ہوتا ہے؟

چرخ بیداد کرے اور تو امداد کرے — کیا کرے گر نہ دل غمزدہ فریاد کرے

منتظر سب ہین نگہہ کیا تری ارشاد کرے — کسکو ناشاد کرے اور کسے شاد کرے

یون جو گزرے شب فرقت تو شب وصل کہون
مین اُسے یاد کرون اور وہ مجھے یاد کرے

سختیٔ دام نہین وجہ پر افشانیٔ صید
مضطرب ہے کہ ثنا خوانیٔ صیاد کرے

تیری رعنائیٔ قامت کا بھلا کیا کہنا
ایسے مصرع پہ تو اُستادِ ازل صاد کرے

تیری مژگانِ بلاخیز تو وہ ہے کافر
کہ تری چشم فسون ساز بھی فریاد کرے

جی کا جانا تو ہے پہلے سے مسلّم **وحشت**
کیا کوئی شکوۂ بیرحمیٔ صیاد کرے

نہ میسر آئی اِک دن مجھے قلب کی حضوری
ہے سرورِ وصل ہی کچھ نہ خمارِ رنجِ دوری

نہین کام کا سلیقہ ہے ولے ہوائے خدمت
نہ کہین سبک بنائے مجھے میری بے شعوری

مین غرور ہون مجسم کہ ہے نازِ خاکساری
مین قصور ہون سراپا کہ ہے زعمِ بیقصوری

ترے پھر کے آتے آتے کہین یہ نہو کہ قاصد
مری جان پر بنا دے مری دل کی ناصبوری

کبھی بھولکر بھی **وحشت** کیا خیالِ فردا
مین رہا اُسی سے غافل کہ جو کام تھا ضروری

تمام شد دیوان غزلیات

ترے جانے سے کیا میرا دلِ محزون نہ ٹھہریگا　　مجھے بھی دیکھنا ہے کس طرح دیکھون نہ ٹھہریگا

جان کردون گا فدا اُسپر وفورِ شوق مین　　دل اگر تجھپر فدا ہونے کے قابل ہو گیا

وہ عشق عشق تھا کہ نہ تھی اُسکو جب خبر　　نامہربان نہین تھا اگر مہربان نہ تھا
یہ اتفاق تھا یہ خداساز بات تھی　　مجھکو تو اُسکے وصل کا ہرگز گمان نہ تھا

گنہ میرا کہ میری خاک دامنگیر ہوتی ہے　　خطا کسکی ہے چلتے چلتے دامن کا اُٹھا لینا؟
عبث ذکر وصالِ غیر پر شرما گئے صاحب　　مرے ہی سر کی تو قسمین ہین بیباکی سے کھا لینا
مبارک محفل آرائی پر اتنا پاسِ الفت ہو　　ترا وحشت جو آنکلے تو اُسکو بھی بلا لینا

خط اُسے لکھتے مین جب آیا خیال القاب کا
بے تکلف میری خامے نے ستمگر لکھ دیا

آئے جو عیادت کو تو یان مند گئین آنکھین
وہ پوچھتے ہی رہگئے کیسی ہے طبیعت

وہ آئے صبح گلشن مین نسیم جانفزا ہو کر
اُٹھی بیساختہ ہر شاخِ گل دستِ دعا ہو کر

تجھے خوش ہوئے عدو کی جو دیکھین مسرتین
افسوس کچھ کیا مرے حالِ تباہ پر!!

کوئی شوخ سراپا ناز ہے شاید پسِ پردہ
کہ جانِ مضطرب صدقے ہوئی جاتی ہے چلمن پر
نہین معلوم کس افسردہ دل نے آشیان باندھا
کہ یون حسرت برستی ہے درو دیوار گلشن پر

یہ سر کہان وہ یار کا دیوار و در کہان
جاتا ہے کہہ تو وحشتِ شوریدہ سر کہان
خو گر بنا دیا خلشِ دمبدم نے ہای
اگلی سی دلخراشئ تیر نظر کہان

حال پر حضرتِ وحشت کی ہنسی آتی ہے
اِک ستم پیشہ سے امیدِ وفا رکھتے ہین!

یہ ترکِ ستم تجھ سے ستمگار ستم ہے
یان کون سمجھتا تھا ستم تیرے ستم کو

لکھی نہ گئی مجھ سے پریشانیٔ خاطر کچھ ربط نہ پیدا ہوا کاغذ سے قلم کو

سروکار انکو مجھ سے کچھ نہ تھا جب زندگانی مین تو پھر نعش اپنی یارب باد دشمن دوستان کیون ہو
کسی کی دوستی بھی دشمنی سے کم نہ تھی وحشت کسی پر کوئی دو دن کے لیے یون مہربان کیون ہو

تم آئے ہو گلشن مین بہار رخ چمن ہے طوفان گل و لالہ و نسرین و سمن ہے

ہوا تا عمر میرا غم نہ دم بھر کو جدا مجھسے کیا مین نے بھی غم کا پاس جتنا ہو سکا مجھسے

فغان جو سینے سے یون جانگزا نکلتی ہے شکستِ خانہ دل کی صدا نکلتی ہے
نہین ادای کرم ہی فقط محبت خیز نگاہِ قہر بھی تو آشنا نکلتی ہے

جب کہا کشتۂ ادا ہون مین اک ادا سے کہا ادا کیا ہے
شمع پروانہ وار جلتی ہے دلِ خوبانِ مہ لقا کیا ہے

سادہ دل وہ ہون نہ رہتا آشیانکا غم مجھے کوئی رکھ دیتا قفس مین گر گل تصویر بھی
ہای استغنا نے میرے مجھکو رکھا نامراد ورنہ ہوتی ہے دعا شرمندۂ تاثیر بھی

نکالے سے دلِ عاشق کا کوئی غم نکلتا ہے　　کہ یہ غم جب نکلتا ہے کہ اُسکا دم نکلتا ہے

صبح محشر وعدۂ دیدار ہے　　سو چکے زیر لحد ہم سو چکے

گرم بازاری فریب نپوچھ　　بس یہی اک کمال باقی ہے

آنا تو جبھی تھا کہ مرے ہاتھ تک آتی　　کیا آئی تری زلف اگر تا کمر آئی
مشکل کہ مصور کے تصور مین بھی آئے　　تصویر تھی جس شکل کی صورت نظر آئی

ہم ذکر کبھی درد نہان کا نہین کرتے　　ہے رازِ محبت اسے افشا نہین کرتے
فریاد کہ دیتا نہین تو رخصتِ فریاد　　اتنا بھی ستم ای ستم آرا نہین کرتے
گیا کہتے ہو وحشت کہ وہ بت دشمن دین ہے　　کچھ پاس تو تم بھی دل و دین کا نہین کرتے

خوشی کی تجھے زندگانی مبارک　　مجھے زندگی سے خفا کرنے والے!
نہو رنج سے میرے افسردہ خاطر　　مجھے رنج مین مبتلا کرنے والے!

اُس صید ناتوان کو جو چھوٹا ہو دام سے　　آزاد کیون کہون کہ گرفتار بھی تو ہے

ہوے کامرانے ہجر مین کبھی تیرے عیش حیات کے — کہ فراموشی وہین چھا گئی تری یاد جس گھڑی آگئی

شہید حسرت پرواز ہون یعنی کہ مدت سے — پڑا ہون آشیان مین اور ماتم بال و پر کا ہے

ہزارون حسرتون کا نقش ہے آئینۂ دل ئے — مرا سینہ ہے یا اک حیرت آبادِ تمنا ہے

۳
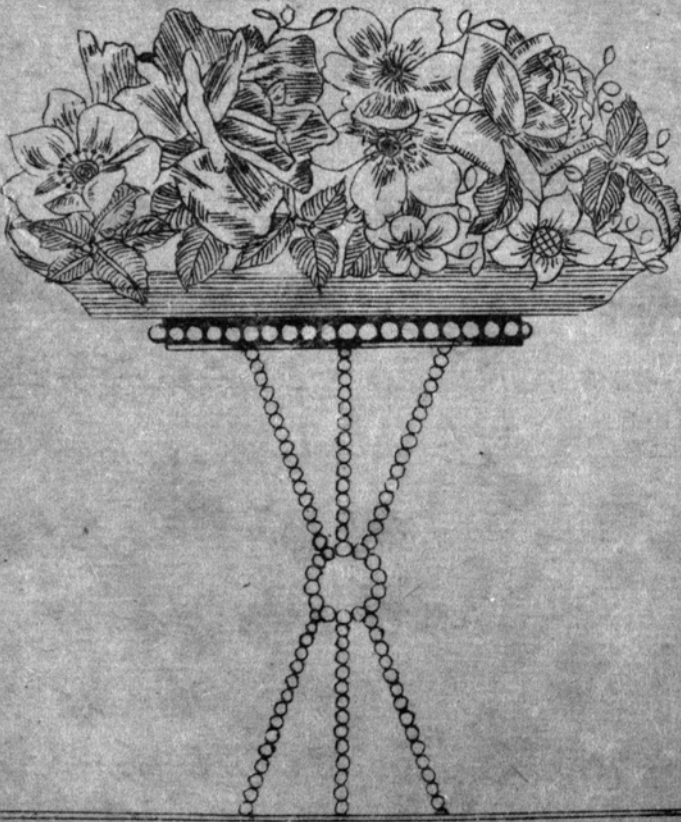
کیون غمزۂ جانستان کو خنجر نہ کہین؟ کیون عشوۂ دلنشین کو نشتر نہ کہین؟
کہتے ہو کہ کچھ شان مین میری نہ کہو یون ظلم کرو اور ستمگر نہ کہین؟

ہر چند فنِ سخن کا شائق ہے دل پر قدر ہی جب نہین تو اِس سی حاصل
آفت مین پڑی ہے جان اپنی وحشت "گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل"

تم وعدے بھی کرتے ہو مکرتے بھی ہو تم آپ بگڑتے بھی سنورتے بھی ہو
عاشق سے جفا کے بعد کرتے ہو وفا کیا خوب ڈراتے بھی ہو ڈرتے بھی ہو

مجھ سے جو نہ ملتے وہ کوئی رات نہ تھی مجھ سے جو نہ کہتے وہ کوئی بات نہ تھی
بیگانگی اب اُنھون نے ایسی برتی گویا کہ کبھی مجھ سے ملاقات نہ تھی

کیا تاب کہ تجھسے سخن بر تک پہنچین — نالے وہ کہان کہ جو اثر تک پہنچین
اک شوق رہا ہے ہرزہ گردی سے ہمین — مقصود نہین کہ تیرے در تک پہنچین

ساغر ہوئے کچھ چور سبو کچھ ٹوٹے — یعنی کہ نصیب میکشون کے پھوٹے
سنسان تھا میکدہ کہ ساقی پہنچا — بس دیکھتے ہی شیخ کے چھکے چھوٹے

گو ہم ہون لطیف طبع و فرخندہ سیر — فضل و ہنر و علم و حیا کے مصدر
لیکن جب نفس غالب آجاتا ہے — اسوقت بہایم سے کہین ہین بدتر

افعال تو وہ کہ جس سے شیطان ہو خجل — پھر اسپہ ہین نفس کی بدی سے غافل
ای جلوۂ قدس اِک نظر اس جانب بھی — تا گرد گنہ سے پاک ہو میرا دل

رنگین ہے جہان چمن طرازی دیکھو — دلشاد ہے خلق کارسازی دیکھو
مجھپر بھی رہے ہین لطف اُسکے جاری — یہ شانِ گنہگار نوازی دیکھو

اِس دور مین خاک ہو سخن کی عزت — جاہل لوگون نے کھوئی اِسکی وقعت
ازبسکہ ہوا ہے مبتذل اب فن شعر — منظور نہین کہ ہو کچھ اپنی شہرت

گو اِس سے طبیعت اپنی گھبراتی ہے　　توبہ شکنی وہی چلی جاتی ہے
بے توبہ مجھے بخشدے ای بارِ الہٰ　　اب توبہ تو کرتے ہوے شرم آتی ہے

***

بے سمجھے نہ جامِ غم پیا تھا مین نے　　یہ کام تو جانکر کیا تھا مین نے
انجام پہ بھی نظر جو رویا تھا بہت　　جس روز کہ تجھکو دل دیا تھا مین نے

***
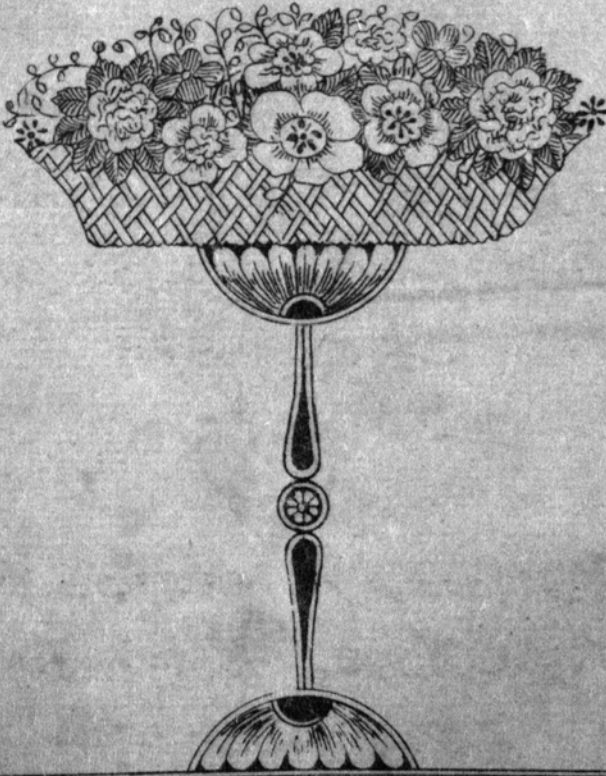
تخمیس شعر میر

آسان نہ جان اسکو، ہے الفت بُری بلا　　سر مین سما گئی تو نہ نکلے گی یہ ہوا
وحشت کی طرح جان نہ آفت مین تو پھنسا　　یاد اُسکی اتنی خوب نہین میر باز آ
نادان پھر وہ جی سے بھلایا نجائیگا

دیگر

وحشتِ خستہ کا کیا حال ہوا تو نے سنا؟　　جرمِ الفت پہ عجب رنگ سی کل قتل ہوا
دیکھنے ہم بھی گئے تھے یہ تماشا، دیکھا　　زیرِ شمشیرِ ستم میر تڑپنا کیسا؟
سر بھی تسلیمِ محبت مین ہلایا نگیا

تخمیس شعر آفرین لاہوری

ہم نہ کہتے تھے کہ مشکل ہے رہ و رسم وفا　　ظلم پر ظلم سہے، ہے یہ کلیجا کسکا
تجھکو دل دیکے ہوا غیر پشیمان کیا کیا　　ہر تنکظرف کجا تاب جفای تو کجا
شیشہ باست کہ دیوانہ سنگ است ہنوز

قطعہ

ذیل کا قطعہ راقم نے اپنے قدیم دوست مولوی ابو الفیض محمد عبد العلی صاحب "ایم - اے" "ایم - آر - اے - اِس" "ایف - آر - ایچ - اِس" کو خیر باد کہتے وقت مسلم انسٹیٹیوٹ کلکتہ کے ایک جلسے مین پڑھا تھا جسوقت صاحب موصوف عہدۂ ڈپٹی کلکٹری پر مامور ہو کر کلکتے سے رخصت ہونے لگے تھے۔

کس سے وداع ہونے کا آیا ہے وقت آہ
ہونے لگا ہے دل مرے پہلو مین بیقرار

نے صبر ہے نہ تاب نہ طاقت ہے نے شکیب
ہے انتشار طبع کو مانندِ زلف یار

بیطاقتیٔ دل مرے افعال سے عیان
بیتابیٔ نہان مری آنکھون سے آشکار

پڑھتا ہون انسٹیٹوٹ مین اشعارِ دردخیز
با سینۂ برشتہ و با چشم اشکبار

احباب کا وظیفہ ہے بس ایک یاد دوست
آتا ہے نام فیض زبانون پہ بار بار

یارون کو چھوڑ کر مرے مشفق کہان چلے
کیا بات ہے سناؤ کہ مین بھی سنون تو یار

ہان عہدۂ جلیل پہ مامور تم ہوئے
یون جاتے ہو تو جاؤ نہ روکون گا زینہار

ایسا سفر جو ہو تو مبارک ہو یہ سفر　　اقبال ہمرکاب ہو اور ہو زمانہ یار

جسمین بھلا تمھارا ہو ہم اُسمین شاد ہین　　ہر چند ہے فراق کا اندوہ ناگوار

وردِ زبان رہینگی تمھاری حکایتین　　غافل تمھاری یاد سے ہونگے نہ زینہار

تم آسمانِ علم کے ہو آفتاب آج　　کلکتے کو تمھارے سبب سے ہے افتخار

دار العلومِ شہر کی اعلیٰ سند ہے ساتھ　　ہو شاہراہِ علم مین تم صاحب اقتدار

وہ فضل ہے تمھارا کہ دنیا ہی خوشہ چین　　وہ خُلق ہے تمھارا کہ عالم ہے دوستدار

اعزازِ خاندان فقط اتنا ہے بس کہ ہو　　عبد اللطیف خان بہادر سے یادگار

کرتا ہون اب تمام سخن کو دعا کے ساتھ　　طولِ کلام سے کہین بہتر ہے اختصار

جب تک زمانے مین ہو رہِ و رسم دوستی　　جب تک جہان مین دوست کا ہو دوست غمگسار

تم شاد و خوشدل و خوش و خرم رہو مدام　　احباب کامران رہین دشمن ذلیل و خوار

ہے کون قدر دانِ سخن آج شہر مین
وحشت لُٹا رہا ہے گہرہای آبدار

قطعہ

ذیل کا قطعہ راقم نے اپنے لائق دوست مولوی محمد ہاشم صاحب ایم۔ اے کو
خیرباد کہتے وقت اُسی انسٹیٹیوٹ مین پڑھا تھا

مہربان میرے جناب ہاشمِ فرخندہ خو　　ای ہماری بزم نای و نوش کی پیرِ مغان

چشم ہا روشن کہ ہے روشن ستارہ بخت کا | تم چلے سوی عظیم آباد با صد عز و شان

دوست گو خوش ہین و لے افسردگی جاتی نہین | ہے جدائی کا خیال از بسکہ خاطر پر گران

خاطر احباب کو کیونکر نہو تم سے لگاؤ | تم ہو اُنکے قدر دان اور وہ تمھارے قدردان

علم و فضل و عقل و دانش کی ہو اک تصویر تم | ہین تمھارے جبہ سی ظاہر شرافت کی نشان

بذلہ سنجی نکتہ ایجادی سخن فہمی مین تم ٭ | طاق ہو بے مثل ہو ای شمع بزم دوستان

ہے تمھارا دل خزینہ دولتِ اخلاص کا | ہو مجسم تم وفاداری کے گنج شائگان

ہین یہان موجود تم سے آج ملنے کے لیئے | سب تمھارے دوست اور سارے تمھارے قدردان

یاد آؤ گے بہت تم دوستون کو شفقتا | گفتگوون مین تمھارا ذکر ہو گا درمیان

جشن کی ٹھانی ہے یارون نے کہ یہ موقع ہے خوب | بہر اظہارِ خلوص و الفت و شوقِ نہان

تاکہ ہو رونق زیادہ اور بزمِ شوق کی | لیکے دفتر شعر کا وحشت بھی حاضر ہے یہان

وہ سخن دان و سخن پرور کہ جسکے فیض سے | ہے پُر از گلہای معنی گلشنِ ہندوستان

ہار پھولون کا مبارک ہو مگر لایا ہے وہ | خاص گلہای سخن کا ہار بہرِ ارمغان

ہو مبارک تمکو ارباب مروت کی وفا | ساتھ اپنے تم لیئے جاؤ دعای دوستان

خوش رہو خرم رہو شادان رہو اور شادکام | زندگی کی ہو ہر اک ساعت سعادت اقتران

ہو تمھارے کل ہوا خواہون کو رنج و غم حرام | دن گزارین عیش و عشرت مین برغمِ دشمنان

اور دشمن خود جلین اپنے حسد کی آگ مین | اس عذاب سخت سی ہرگز نہ پائین وہ امان

قطعہ

ذیل کا قطعہ راقم نے اپنے معزز کرمفرما مولوی عزیز الحق چودھری کو خیر باد کہتے وقت مسلم انسٹیٹیوٹ کلکتہ مین پڑھا

مرے شفیق مرے مہربان عزیز الحق — کدھر کا قصد ہے آمادہ ہو جو بہر سفر
شتاب چلنے کا ہے عزم ایسی کیا تعجیل — فراق یارون کا تمکو نہین ہے شاق مگر؟
سمجھ گیا ہون کہ مطلب کے اپنے یار ہو تم — ہے ایک فائدہ ملحوظ کرتے ہو جو سفر
تمھارے جانے کا البتہ غم تو ہے سب کو — وہ جو نفع تمھارا ہے خوش نہون کیونکر
رکھینگے یاد ہمیشہ تمھارے احسان کو — تمھین نہ بھولینگے اِس انسٹیوٹ کے ممبر
تمھارا نشۂ الفت چڑھا دماغون مین — تمھارا داغِ جدائی رہا کلیجون پر
تمھین بھی چاہئے یارون کو اپنے یاد کرد — کبھی کبھی تو سہی گر نہو سکے اکثر
خدا کرے ہو ترقی تمھاری روز افزون — رہے ہمیشہ درخشان نصیب کا اختر
اور اوجِ اخترِ تابان کا پوچھنا پھر کیا — تمھارے جبکہ مربّی ہون بیفیلڈ فلر
ہو دوستون کو تمھارے جہان باغ بہشت — ہو دشمنون کو تمھارے زمانہ نارِ سقر

قطعہ

ذیل کا قطعہ ایک منظوم خط کے جواب مین لکھا گیا تھا جسمین راقم کے دوست مولوی

اکمل علی صاحب اکمل نے عدم ملاقات باہمی کی شکایت تحریر فرمائی تھی

خیال ہے یہ تمھارا غلط شفیق مرے — مین اور تم سے کشیدہ ! کیا کہا ای یار

اٹھانکی رنجش و آزردگی کہانکا ملال
کبھی ہوئی بھی ہے حضرت سی صحبت و تکرار؟

اگرچہ گوشہ نشین اندنون ہوا ہون مین
اگرچہ ہون مین طریق زمانہ سے بیزار

وے خیالِ حریفانِ بخت آرا سے
خدا گواہ کہ غفلت مجھے نہین زنہار

خصوص تم کہ ہو دیرینہ غمگسار مرے
تمہین بھلا دُن مین جی سی یہ ہو سکیگا یار؟

جدا ز صحبت تو یک دو روز اگر بودم
گمان مبر کہ ز یادِ تو بیخبر بودم

قطعہ

ایک سال "محمڈن اسپورٹنگ کلب کلکتہ" کو "فٹ بال" کے کھیل مین خاص امتیاز حاصل کرنے پر ایک خوبصورت پیالہ نقرئی جسے انگریزی مین کپ کہتے ہین مہاراجہ کوچ بہار کی جانب سو ملا تھا۔ راقم نے اُس "کپ" کی ذیل کے قطعہ مین تعریف لکھی تھی

ہے جو یارون کے کفِ دست پہ یہ کپ وحشت
ہے سزاوار اِسے گر ید بیضا کہیئے

ہان اِسے آئینۂ بخت سکندر لکھیے
ہان اِسے ساغر جمشید سے مانا کہیئے

ہان اِسے گنبد دوّار سے بڑھکر لکھیے
ہان اِسے کاسۂ خورشید سے اچھا کہیئے

ٹھوکرین کھائی ہین جب جاکے یہ ہاتھ آیا ہے
ہے مناسب جو اِسے جام تمنا کہیئے

دیکھئے اسکی چمک اسکی دمک اسکا پھبن
چودھوین رات کے مہتاب کا نقشا کہیئے

اسکے پانے سے خوشی دل کو ہوئی ہے کیا کیا
جام لبریز اِسے عیش و طرب کا کہیئے

بات سے بات نکلتی ہی چلی آتی ہے — کیا نہ کہیے اسے اور کہیے تو کیا کیا کہیے

صاف کہہ ڈالیے تشبیہ کہان تک آخر — کیا برائی ہے اگر پیالے کو پیالہ کہیے

قطعہ در تاریخ وفات مولوی عبد الغفور مرحوم متخلص بہ شہباز

دریغ و درد کہ شہباز وہ سخن پرواز — کہ خاص تھے جو مشاہیر عصر مین مشہور

وہ جنکی ذات پہ تھا حسن شاعری نازان — وہ جنکی فکر سے تھا خانۂ سخن معمور

خیال جنکا فروغ چراغ بزم نشاط — زبان جنکی کلید در سرای سرور

بسمت کوچہ دار البقا ہوئے راہی — الٰہی خاک پہ انکے ہمیشہ برسے نور

خیال مجھکو جو تاریخ کا ہوا وحشت

تو آکے ہاتف غیبی نے دی صدا "مغفور"

۱۳۲۶ھ

قطعہ

تاریخ طوی محبی جناب مولوی اکمل علی صاحب اکمل

حضرت اکمل ہمارے مشفق — وہ ساغر دوستی کے مینوش

ہے جنکو سبق سرور کا یاد — ہے جنکو غم جہان فراموش

ہے نشہ جنھین مے وفا کا — رہتے ہین جو اس طرب مین مدہوش

حسن اثر عذر لسرائی — رکھتا ہے انہین چمن در آغوش

کیا بات ہے انکی گفتگو کی ۂ   بلبل کو ہے زمزمہ فراموش

دعویٰ باطل ہے اِنکے آگے   ہین نکتہ درانِ شہر خاموش

آج انکا ہے عقدِ نیک فرجام   ہے دامنِ اشتیاق گلپوش

ہے شوقِ وصال شورش افزا   پُرجوش ہے خاطر طرب کوش

وحشت ہم نے طلسم باندھا

تاریخ کہی ہے زیبِ آغوش

۱۳۲۶ھ

ذیل کی نظم مسلم انسٹیٹیوٹ کلکتہ کے عظیم الشان جلسہ مین پڑھی گئی تھی
جو فاتحہ صد سالہ حاجی محسن مرحوم کی یادگار مین بصدارت نواب خواجہ
سلیم اللہ بہادر۔ کے۔ سی۔ اِس۔ آئی (نواب ڈھاکہ) منعقد ہوا تھا

ہے بزم اہل دانش مین پھر آہنگِ سخن مجھکو — نگاہِ شوق سے پھر دیکھتی ہے انجمن مجھکو
لیے جاتا ہے کھینچے شوق نسرین و سمن مجھکو — چمن کا آشنا ہون ڈھونڈھتا ہے پھر چمن مجھکو

"گلستان محبت را ز دیرین عندلیبانم
بگوشِ غنچہ گستاخست گلبانگ پریشانم"

مجھے منظور اک حاتم سخا کی ہے ثناخوانی — نہین کچھ نامناسب جسکو کہنا حاتم ثانی
تھی ہر جا غم کی قلت اور شادی کی فراوانی — وہ تھا ابر کرم اور کام تھا اسکا دُرافشانی

ہر اک بیخانمان کے سر پہ سایہ اسکے دامان کا
کہان پہنچا نہین سیلاب اس دریای احسان کا

وہ تھا صاحبِ وفا اور قوم کے تھا جان نثارونمین　　رفیقِ اہلِ دین تھا اور انکے غم گسارون مین

اُسیکا ذکر اُسیکا شہرہ کو چو نمین دیارونمین　　ہزارونمین وہ ایک ہی تھا کہینگے ہم ہزارو انمین

زمانے مین کہان پیدا ہین اربابِ صفا ایسے

کہین سُننے مین بھی آتے ہین اب اہلِ صفا ایسے؟

جو محسن نام تھا مجموعہ تھا اجزای احسان کا　　گل رنگین ادا تھا وہ مروت کے گلستان کا

شکوہ و شوکت و حلم و حیا و دین و ایمان کا　　سراپا تھا وہ گویا اک مرقع عظمتِ شان کا

اُسیکا دیکھنا منظورِ چشم اہلِ بینش کو

اُسیکی ذات سے رونق بہارِ آفرینش کو

کسی کے کام آئے اُسکے دل کا یہ تقاضا تھا　　محب قوم تھا یعنی وطن کو دوست رکھتا تھا

بھلائی کسطرح لوگونکی ہو یہ سر مین سودا تھا　　مسلمان علم سیکھین بس خیال اسکو اسی کا تھا

ہمان طورے کز و دیدی طریق اہل دین باشد

طریق اہل دین آرے ہمین باشد ہمین باشد

اُسے معلوم تھا ڈھب عاجزون کی غمگساری کا　　وہ اچھا جانتا تھا قاعدہ الفت شعاری کا

بیان کیا کیجئے اس نیک دل کی خیرِ جاری کا　　عبث ہے ذکر بوی نافۂ مشک تتاری کا

اسی کے فیض سے ہے اب مدارس کی جو رونق ہے

سخاوت پیشگی اُسکی بجا ہے راست ہے حق ہے

صدی گزری ولیکن نام ہے اسکا ابھی باقی　　وہی چرچا سخاوت کا وہی ذکر خوش اخلاقی

تقاضای سرود و نغمہ ہے آئین مشتاقی — ادر کاسا دنا و لہا الا یا ایہا الساقی

بیاد محسن ما طرح عیشے ریختن باید

دمے از جوشش دل محشرے انگیختن باید

ہمانا بخت مسلم انسٹیوٹ ما جوان باشد — کہ نواب سلیم اللہ بہادر صدر آن باشد

زمین آستانِ اُو برفعت آسمان باشد — بامرِ اُو زمین باشد بحکمِ او زمان باشد

زہے نوابِ ما بنگالہ را صد افتخار از وے

درین جا گلبن ازوی گلستان ازوے بہار ازوے

ذیل کی نظم راقم نے اپنے دلی دوست مولوی ابو المحامد رشاد صاحب - ایم - اے

کو خیرباد کہتے وقت مسلم انسٹیٹیوٹ کلکتہ مین پڑھی تھی جب صاحب موصوف

عہدہ ڈپٹی کلکٹری پر مامور ہو کر وطن اور اہل وطن سے رخصت ہو رہے تھے

سرورِ بادۂ عیش و خمارِ طولانے — نشاطِ آئینۂ حسن و نقشِ حیرانے

خیالِ زلفِ نگار و غمِ پریشانے — ہوای بوی گل و داغِ شستِ پیمانے

محیطِ گریہ ہون گو ابرِ نوبہار ہون مین

غمِ جدائی یاران سے بیقرار ہون مین

چلا ہے کون سفر کو کہ ہم ہین یون بیتاب — تپان ہین خاک پہ مانندِ ماہیٔ بی آب

ہے دور ساغرِ خون کا بجای جام شراب　　غم فراق کی آتش سے دل جگر ہے کباب

لبون پہ نالہ ہے' کہنے کو خیر باد ہین ہم

قدیم معتقدِ حضرت رشاد ہین ہم

تو ہے شرافت ذاتی سے واجب التعظیم　　تری بلندی ہمت جہان کو ہے تسلیم

حقیقتِ روشِ طبع و ذکرِ خلقِ عمیم　　مجھی سے پوچھ کہ ہون مین نیاز مندِ قدیم

وفا و مہر و مروت مین بیمثال ہے تو

سپہرِ فیض کا خورشید لازوال ہے تو

جو پوچھو حق تو ہے دعوائے مدعی باطل　　ترے کمال کے اہلِ کمال ہین قائل

ترے وجود سے پیدا ہے رونق محفل　　وہ علم و فضل کا رتبہ تجھے ہوا حاصل

ہے تیری ذات سے کلکتہ افتخار اندوز

کمالِ علم و فضیلت ہے اعتبار اندوز

عیان ہے معنی و مضمونِ دوستی ہمپر　　خیالِ دوست ہے اپنا مسیح جانپرور

وفاشناس ہین سب انسٹیٹیوٹ کے ممبر　　شبیہ تیری رہیگی ہمیشہ پیشِ نظر

قسم خدا کی نہ بھولینگے ہم رشاد تجھے

خدا کرے کہ نہ بھولے ہماری یاد تجھے

تو جانتا ہے کہ احباب ہین ترے مشتاق　　اور اشتیاق کا مضمون ہی شہرۂ آفاق

فراق تیرا بہت انکے دلپہ ہوگا شاق　　نہ کیون ہو شاق کہ کچھ کم نہین بلای فراق

فراق را چکنم خون کند تمنا را

تو میروی و فراقِ تو میکُشد مارا

ارادہ ہے تو مبارک ہو تجھکو عزمِ سفر نزولِ لطفِ خدای کریم ہو تجھپر

سوای عیش کے دیکھے نہ کچھ تو آٹھ پہر خوشی مین ہو جو سحر شام تو ہو شام سحر

ہمیشہ خرم و دلشاد و کامران باشی

بآن روش کہ دلم خواہدت چنان باشی

ذیل کی نظم راقم نے اپنے معزز دوست مولوی محمد حامد صاحب۔بی۔اے اور مولوی عبد اللطیف صاحب۔بی۔اے کو خیرباد کہتے وقت مسلم انسٹیٹیوٹ کلکتہ کے ایک جلسے مین پڑھی تھی

اِک طلسم رنگ و بو ہی دہر کا نقشا مجھے کچھ نرالا ہی تماشا یان نظر آیا مجھے

سیر دکھلاتا رہا ہے دیدۂ بینا مجھے خود مری طبع حقیقت سنج نے مارا مجھے

اضطراب برق ہے مشقِ پرافشانی مری

دیدۂ بسمل مین دیکھی ہوگی حیرانی مری

روح کو دیتی ہے طاقت صحبت یاران کبھی گاہ کرتی ہے دلون کا خون سختی ہجر کی

وای احباب مروت شیوہ کی بیچارگی دل کو یہ بے اختیاری ہے کہ بھر آتا ہے جی

آج دو یار اپنے یارون سی جدا ہونی کو ہین

چھوڑ کر کلکتہ کس سے آشنا ہونے کو ہین

کون ہین یہ لوگ اہل علم و اہل فن ہین یہ — مثل خورشید آسمانِ فضل پر روشن ہین یہ
جوہر ذہن و ذکا و عقل کے معدن ہین یہ — صید گاہِ نکتہ سنجی کے شکار افگن ہین یہ

اِن سے مسلم انسٹیٹیوٹ آئینہ دارِ جلوہ ہے
چشم اربابِ بصیرت مین بہارِ جلوہ ہے

دانش انکی گوہر نایاب کا گنجینہ ہے — علم سے اِنکے محیطِ فیض انکا سینہ ہے
خُلق انکا جلوۂ نورِ دلِ بے کینہ ہے — وضع انکی خوبیٔ تعلیم کا آئینہ ہے

نکتہ فہم و نکتہ سنج و نکتہ دان کہئے انہین
ذکرِ الفت ہو تو جان دوستان کہئے انہین

ای رفیقان قدیم ای ہمدمان مہربان — تم جو جاتے ہو تو جاؤ خیر جانا ہو جہان
ہو جہان رہنا رہو خوش شاد خرم شادمان — ہان مگر دل سے کبھی بھولے نہ یاد دوستان

"پاس دل گر میتوانی داشت سلطان میشوی
این نگین را گر بدست آری سلیمان میشوی"

شادمانی ہمنفس ہو کامرانی ہمرکاب — بختِ روشن کا رہے دائم درخشان آفتاب
رشک سے اعدا کے دل کا حال ہو مثل کباب — دودِ آتش کیطرح کھاتے رہین وہ پیچ و تاب

تم ہمیشہ عیش و عشرت مین بسر کرتے رہو
خُلق سے اپنے دلِ عالم مین گھر کرتے رہو

ذیل کی نظم راقم نے اپنے مکرم دوست مولوی ابوالمحامد رشاد صاحب ایم اے
کی شادی کی تہنیت مین لکھی تھی -

زمانہ محوِ خوشی ہے ہر ایک دل ہو شاد نہ کیون ہو شاد کہ ہوتا ہے آج عقدِ رشاد
پڑی ہے عشرت و شادی کی ہر طرف بنیاد ہے تہنیت جو کہین تو کہین مبارکباد
نویدِ عیش سے اِک اِک کا آشنا لب ہے
مسرتون سے ایاغِ طرب لبالب ہے

چمن چمن ہے کہ جسکا نہال ہو ایسا دلہن دلہن ہے کہ جسکا رشاد ہو دولہا
ہے شیوہ راستی اپنا یہ راست ہے بخدا کہ دولہا ایسا مری چشم نے نہین دیکھا
مین کیا کہ اسپہ نظر پڑ رہی ہے عالم کی
زیارت اُسکی مرادِ دلی ہے عالم کی

جو خاندان کو پوچھو ہے آپ اپنی مثال جو ڈھونڈھو جوہر ذاتی تو ہی وہ دُرِ کمال
جو حسن چاہو تو دیکھو تم اُسکی شانِ جمال جو ہو نظر سوی ثروت تو ہے وہ مالا مال
غرض بفضلِ خدا سب کچھ اُسکو حاصل ہے
اور اِن سے بھی کہین بڑھکر بغل مین اِک دل ہے

وہ دل نہین ہے کہ گنجینہ ہے محبت کا خزینہ مہر کا آئینہ ہے مروت کا
ہے دوست پروری اِک جزو اُسکی عادت کا وہ صدق ہے ہمہ تن اور گہر شرافت کا
ہے اُسکی زندہ دلی سے فروغ محفل کو

اور التفات سے اُسکے نشاط ہر دل کو

یہ عقدِ فرحت اثرای خدا مبارک ہو | یہ صبح عیش ہے اسکی صفا مبارک ہو
زمانِ عشرت و شادی فزا مبارک ہو | چراغ بزم طرب کی ضیا مبارک ہو

الٰہی کھول دے اِس در پہ تو درِ رحمت
سخن طراز ہوا ہے رضا علی وحشت

اشعار مدحیہ

نواب مرشد آباد ایک بار مدرسۂ عالیہ کلکتہ مین تشریف فرما ہوئے تھے احباب کے اصرار سے راقم نے یہ چند مدحیہ اشعار موزون کیے تھے

ای زیارتگاہِ اہلِ بینش ای صاحب وقار | اِک زمانے سے زمانے کو ترا تھا انتظار
ہو مبارک تجھکو شان و شوکت و فر و شکوہ | مسند عز و وقار و احتشام و اقتدار
مرشد آباد آج ہی اک گلشنِ جنت نشان | تیری فضل و دانش و احسان نے دکھلائی بہار
تیری ہادی ہر گھڑی رہتی ہے توفیقِ کرم | تیرا حامی ہر گھڑی رہتا ہے لطفِ کردگار
آج ای صاحب حشم تیرے قدم کے فیض سے | ذرہ ذرہ مدرسہ کا ہے زبانِ افتخار
اسطرح آیا ہے تو اِس گلشنِ تعلیم مین | جسطرح گلزار مین آتی ہو بادِ نوبہار
سطوت و جبروتِ شاہانہ ہی تو سر تا قدم | جود مین ابرِ بہار اور خُلق مین مشک تتار
ختم ہوتی ہے دعا پر اب یہ مدحیہ غزل | طبع نازک کو نہو تا طول مضمون ناگوار
حق درازی دے تری عمر سراپا فیض مین | بخت ہو یاور ترا اور ہو زمانہ سازگار

سہرے

باغ مین گاتے ہین مرغانِ خوش الحان سہرا
باندھ صدقے ترے ای نوگلِ خندان سہرا

میرے حامد تجھے اللہ سلامت رکھے
ہو مبارک تجھے ای روشنئ جان سہرا

بوی گل ہوتی ہے اس درجہ کہان روح نواز
ہو کر آیا ہے سرِ چشمۂ حیوان سہرا

گلشن عیش مین مصروفِ طرب رہتا ہے
اس دبستان کا ہے اک طفلِ زباندان سہرا

شاخِ پُر میوہ کے مانند ہے بدستِ نشاط
جھک کر آیا ہے جو تا گوشۂ دامان سہرا

کس کو ملتی ہے جگہ دیکھیے اُن آنکھون مین
ہے نگاہون سے مری دست و گریبان سہرا

غیرت آئینہ ہے وہ عرق آلودہ جبین
رہگیا میری طرح دیکھکے حیران سہرا

کیمیا کا اسے نسخہ مین سمجھتا ہون کہ ہے
دردِ مہجوری جانسوز کا درمان سہرا

خو وفا کی ہو تری کسکو نہین تجھپہ وثوق
باندھے کیون الفت باہم کا نہ پیمان سہرا

دیدۂ شوق کو اب بار ملے یا نہ ملے
آئینہ خانۂ رُخ کا ہوا دربان سہرا

خبر وصل کچھ ایسی ہی خبر ہے **وحشت**
عرض کرتا ہے جو صد عشوۂ پنہان سہرا

بزمِ شادی مین عجب شان سے آیا سہرا
افضل الدین کو مبارک ہو یہ اُسکا سہرا

آج لوگون کو کھلا باعث پیدایش گل
سر پہ اُس نوگل خوبی نے جو باندھا سہرا

آئے ہین یہ گل امید چمن سے کس کے
آج تک ہم نے تو دیکھا نہین ایسا سہرا

غرہ و ناز سی ہے عرش پہ پھولون کا دماغ
جب سی تیرے لیئے پھولون کا بنایا سہرا

حسن و خوبی کا ہو دعوی جسے آ کر دیکھے
زیب دیتا ہے ترے چہرے پہ کیسا سہرا

چہرہ وہ پھول سا تیرا ہے کہ مشکل ہے تمیز
ہے یہ سہرا ترے چہرے پہ کہ چہرا سہرا

لے رہا ہے جو بلائین ترے رخسارون کی
کہتے ہین سب کہ ترے رُخ کا ہی شیدا سہرا

تیری صورت سی جو ظاہر ہین سعادت کے نشان
ہے مگر خوبی قسمت کا ستارا سہرا

وحشت اک دوست کی اصرار نی مجبور کیا
ورنہ اس قلتِ فرصت مین نہ لکھتا سہرا

تمھارے دوست وحشت نے لکھا ہی مہربان سہرا
مبارک ہو یہ عشرت کا تمھین بدر الزمان سہرا

بندھا ہی کیسے ایام طرب مین کامران سہرا
جدھر دیکھو اُدھر شادی جہان دیکھو وہان سہرا

مبارک کامرانی ہو مبارک شادمانی ہو
ترے سر پر جھکے اپنے بخت سی ہو شادمان سہرا

تری سہری کے پھولون مین شمیم عشرت افزا ہے
عجب باندھا ہی لاکر بخت نے عشرت نشان سہرا

مبارک ہو خوشی سہرے کی نوشہ کے عزیزون کو
ہے یہ نورِ نظر سہرا ہے یہ آرام جان سہرا

منور ہو گیا چہرہ ترا نورِ سعادت سے
بنا نجم سعادت اقتران کا آسمان سہرا

ترے جشن طرب مین بختِ جم کا آئینہ ساغر
تری بزم وفا مین بوی گل کا کاروان سہرا

دکھا دی روشنی طبع وحشت نے حریفون کو
نہو بے مثل کیون، لکھے جو ایسا نکتہ دان سہرا

ای صل علی سبحان اللہ کیا خوب ترا آیا سہرا
مژدہ تیرے بخت جوان کو عیش کا ہے نقشا سہرا

دیکھکے تیرے سر پہ سہرا سید زین الدین حسین
سب نے کہا یارب ہو مبارک ہی یہ روح افزا سہرا

تیری خویش و اقارب سارے ڈھونڈھ رہے تھے اس دن کو
آنکھین روشن انکی ہوئین جب آج ترا دیکھا سہرا

تیری شادی دیکھکے میرے دل کو ہوئی ازبسکہ خوشی
سب سے کہتا پھرتا ہون ہو آنکھ کا یہ تارا سہرا

سہرا تیرا دیکھ تو کیا وحشت لکھکر لایا ہے
ایک گل مضمون کا ہی تو ایک ہے پھولون کا سہرا

ساعتِ نیک مین سر پر تری باندھا سہرا
بنگیا مشتری و زہرہ سراپا سہرا

ہو مبارک تجھے سید شرف الدین حسین
مژدۂ عشرت جاوید ہے گویا سہرا

نیک سے نیک تو ہے اچھے سے اچھا جوڑا
خوب سے خوب تو ہے پیارے سے پیارا سہرا

دین دعائین تجھے جسنے تری دیکھی شادی | لین بلائین تری جسنے ترا دیکھا سہرا
اثرِ جلوۂ تصویرِ محبت کنگن | ثمرِ تازۂ گلزارِ تمنا سہرا

صاف ظاہر ہے کہ ہے حضرت وحشت کا کلام
ورنہ یان کون ہے لکھ لائے جو ایسا سہرا

سہرا در تہنیت کتخدا شدن مولوی بدر الزمان بارِ دیگر

تو باندھ سر پہ مرے بدرِ مہ لقا سہرا | کہ تا سنادُن تجھے پھر مین اک نیا سہرا
خدا کرے کہ یہ شادی تجھے مبارک ہو | پیامِ خرمی و عیش ہو ترا سہرا
امید ہے کہ غلط ہو غمِ گزشتہ ترا | ترا انیس بنا ہے یہ جانفزا سہرا
بنے بنی کی خدا عمر مین درازی دے | کہ عہدِ الفت باہم کرے وفا سہرا
برس رہا ہے سعادت کا مینھ تری رُخ سے | درِ مسرت و شادی کریگا وا سہرا
ہمیشہ عیش مین دو لہا دُلہن کو دن گزرین | الٰہی حقِ محبت کرے ادا سہرا

نہین ہے نکتہ سرائی سے کچھ غرض وحشت
کہا ہے مین نے پۓ گفتنِ دعا سہرا

باندھا اکمل نے سر بزم حریفان سہرا
تھا کلیدِ درِ دلہای پُر ارمان سہرا

لیگیا دو قدم آگے تجھے دستار سے بھی
تیرا بیساختہ پن طرہ پریشان سہرا

بوی گل تو کبھی اس درجہ دلآویز نہ تھی
لایا ہے نکہتِ پیراہنِ جانان سہرا

سر جھکائے ہوئے کیون شرم سے ہے محفل مین
راز دل کہکے ہوا ہوگا پشیمان سہرا

نظر آتا ہے مجھے جزو مین کُل کا عالم
ذات سے اپنی ہے اِک تازہ گلستان سہرا

سر چڑھا ہے کہ ہون مین صبحِ مراد امید
بخت پر اپنے ہے کس شان سے نازان سہرا

اسکا آنا ہے غم و رنج و الم کا جانا
خاطر خستۂ دوری کا ہے درمان سہرا

تا بنے اور بنی مین ہو محبت دائم
باندھنا الفت جاوید کا پیمان سہرا

یا الٰہی یہ چمن عیش کا سر سبز رہے
لطف کا ساتھ لگا ہے رکھے سامان سہرا

کیون نہ پھر صفحۂ قرطاس گلستان ہوجائے
آئے لکھنے پہ جو وحشت سا سخندان سہرا

دیگر (ناتمام)

الٰہی آج کس صاحب سخن کی سر بندھا سہرا
کہ لکھنے پر ہوا آمادہ طبعِ نکتہ زا سہرا

دلون کو خواستگاری تھی بہت احمد اکمل کی شادی کی
ہوئے سب باغ باغ اُس دم کہ اُسکے سر بندھا سہرا

نہین محفل کہ یہ دربار ہے اور شاہ ہے نوشہ
دکھاتا ہے فروغِ طالعِ بالِ ہما سہرا

مبارکباد

یہ صبحِ شادی ہے فرخی کی، مسرتِ شام ہو مبارک
تمھیں یہ دن عیش و خرمی کا ولی الاسلام ہو مبارک

ہوا ہے لبریز ساغرِ دل مسرتوں سے چھلک رہا ہے
عجیب کیفیتیں ہیں اسکی، نشاط کا جام ہو مبارک

ملی کلیدِ درِ مقاصد، مرادیں دل کی بر آ رہی ہیں
زمانہ لطف زندگی ہے فراغ و آرام ہو مبارک

یہ عقد تمہید ہو خوشی کی، یہ بیاہ عنوان ہو طرب کا
ترقی عمر و بخت روشن کا تمکو پیغام ہو مبارک

تمھارے احباب اور اقارب تمھاری شادی سے شادمان ہیں
سرورِ مسعود ہو نظر کو تو دل کو آرام ہو مبارک

نہیں تمھاری جبین پہ سہرا کہ ہے یہ مہر و وفا کا قصہ
نوید الفت کی ہو مبارک وفا کا پیغام ہو مبارک

نہیں ہے منظور شاعری کچھ دعا ہی وحشت کا مدعا ہے
تمھیں یہ دن عیش و خرمی کا ولی الاسلام ہو مبارک

جدید طرز کی نظمیں
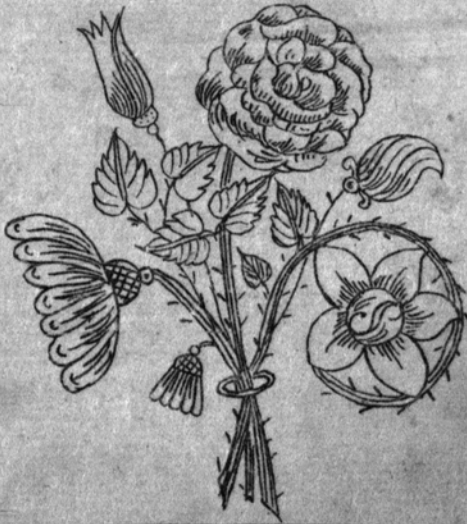
دستگیری عشق

زینتِ گلزار رنگ افروزِ رعنائی ہوئی   دستِ قدرت کی عجب کچھ کار فرمائی ہوئی

واہ وا ای فصلِ گل کیا گلشن آرائی ہوئی   خوب ای بادِ صبا تیری مسیحائی ہوئی

ہم زمین شاداب شد ہم گلستانہا بشگفد

دائم از فیضِ بہار ار خاطرِ ما بشگفد

گُل گرفتارِ ہوای لذتِ سودا ہوا   خار بھی منت پزیرِ شوقِ جانفرسا ہوا

ذرہ ذرہ مستی جاوید سے صحرا ہوا   قطرہ قطرہ اضطرابِ شوق مین دریا ہوا

"ہر سخن سازے بآن آئینہ روہمخانہ شد

طوطیِ بے طالعِ ما سبزۂ بیگانہ شد"

آسمان بدلا کرے رنگ اور مین دیکھا کرون!   ای شکستِ ساغرِ امید آخر کیا کرون؟

یا تو مر مر کر دلِ بے مدعا پیدا کرون   یا گلہ کچھ اپنی اِس بےدستِ و پائی کا کرون

"در نمود نقشہا بے اختیار افتادہ ام

مہرۂ موہم بدستِ روزگار افتادہ ام"

وقت کی کھونے مین ملتی ہی بڑی لذت مجھے   ہر گھڑی آرام ہے ہر وقت ہی راحت مجھے

ہون جہان سی بیخبر یعنی کہ ہے فرصت مجھے! بھولتی جاتی ہے عمر رفتہ کی صورت مجھے

"از جوانی داغہا بر سینۂ ما ماندہ است
نقش پائے چند زین طاؤس جا ماندہ است"

خاطر غفلت اثر نا آشنای راز ہے درد کا ہے درد کچھ نی سوز سی کچھ ساز ہے
سادگیہای تمنا کا عجب انداز ہے بے پر و بالی مین مجھکو حسرت پرواز ہے

دور از گلشن ہوای رنگ و بو داریم ما
دیدہ بے نور جمالش آرزو داریم ما

اپنے ہی انداز بیباکانہ کا مین ہون خراب ہے تلاطم بحر کا، ہون گرچہ اک ادنیٰ حباب
جانِ نازک پر ہے یہ طول امل بھی اک عذاب مار رکھے گا مجھے خود میرے دل کا پیچ و تاب

"خشتم پر زور و طاقت زیر دست افتادہ است
ہمچو موج از خود بکار من شکست افتادہ است"

ای دل نادان کہ ہے اندوہ و غم ہمدم ترا ہے چراغ کشتہ کا سا بزم مین عالم ترا
عشق پیدا کر کہ عشرت آفرین ہو غم ترا نغمہ بنجائے لبون پر نالۂ پیہم ترا

"جان نثار یار کردن خاک را زر کردن است
قطرۂ ناچیز را دریای گوہر کردن است"

کبھی کی یاد

گئے وہ دن کہ روز و شب مجھے آرام رہتا تھا ۔ یہی آرام تھا اِک "کام" جس سے کام رہتا تھا!

مری تصویر سے ظاہر تھی اِک صورت مسرت کی ۔ مسرت صاف تھی تصویر گویا میری صورت کی

مجھے مسرور رکھتا تھا خیالِ خوابِ روحانی ۔ نسیمِ آرزو کرتی تھی کیا کیا گوہر افشانی

تماشائی تجلّی تھا بس مدِّ نظر مجھکو ۔ جمالِ یار کا آئینہ تھا دیوار و در مجھکو

فروغِ دیدۂ بینش مری نظرون مین پنہان تھا ۔ نظارہ ماہ کنعان کا مرا خوابِ پریشان تھا

مے و ساقی کی پروا کیا کرے آئینِ مستانہ ۔ خیالِ یار تھا مے اور ہوای یار تھی ساقی

شرابِ بیخودی چلتی تھی ہر دم میری محفل مین ۔ اُٹھا تا تھا قیامت اشتیاق آشنا دل مین

چمن تھا میرا مسکن گل مرے ہمراز تھے سارے ۔ تکلّف برطرف معشوق کے انداز تھے سارے

نہ تھی کچھ فکرِ مستقبل نہ کچھ اندیشۂ ماضی ۔ دل اپنے حال سے خوش تھا مین اپنے حال سے راضی

برنگِ طائرِ گلشن کہ ہو مصروف گانے مین ۔ مزے آتے تھے بس مجھکو محبت کے ترانے مین

ماتمِ آرزو

رحمت خدا کی تجھپہ ہو ناکامِ آرزو ۔ ای خاطرِ ستمکشِ ایامِ آرزو!

آہ ای فریب خوردۂ نقشِ امید آہ ۔ کیا کیا تری ہوس نے نہ تجھکو کیا تباہ!

طولِ امل کے دام مین تو پھنس کے رہگیا — افسوس بر نہ آیا کوئی تیرا مدعا

سب تیری زندگانی کا روشن ہے مجھپہ حال — معلوم خوب ہے ترا ہر عیب ہر کمال

طفلی ہی سے تو عیشِ خیالی مین مست تھا — خوابِ مسرتِ ابدی دیکھتا رہا

منصوبے باندھتا تھا ہزارون مگر کبھی — ای نامراد فکرِ عمل ایک دم نہ کی!

اول تو خواہشین ہی تری بیشمار تھین — اور پھر نکلنے کے لئے سب بیقرار تھین!!

آخر بنی نہ بات طلسمِ خیال کی — یعنی فضول تھی طلب امر محال کی

معلوم کر سکا نہ تو اے بیخبر کبھی — وہ کون شے ہے جسکی ضرورت ہی واقعی

مقصد ترے جہان مین آنے سے کچھ تو تھا — بیصرفہ تو نے عمر گزاری ستم کیا

ہان کشتۂ امید بجا کہہ رہا ہے تو — "اُب مین ہون اور ماتمِ یک شہر آرزو"

غالب

نسیمِ صبحگاہی ہے کلامِ جانفزا تیرا — دلون کو جوش مین لاتا ہے رنگِ آشنا تیرا

بہارستانِ مضمون ہے خیالِ نکتہ زا تیرا — فروغِ طبع کی معراج ہے فکر رسا تیرا

ترا دیوان غالب دفترِ نازک خیالی ہے

ترا پایہ سخندانانِ ہندستان مین عالی ہے

ترے اشعارِ پُر مضمون کا اک عالم ہی شیدائی — تری روشن بیانی کی ہے گویا محفل آرائی

عروس شعر تیرے فیض سے ہے مست رعنائی نگاہِ بے محابا کی بنی دنیا تماشائی

قیامت اک بپا ہے اہل دل بسمل تڑپتے ہیں

کہیں جانیں ہیں کچھ مضطر کہیں کچھ دل تڑپتے ہیں

ظہوری ہو کہ طالب تیرے دل کا راز کیا سمجھے ادا دانی کو تیرے عرفی شیراز کیا سمجھے

حزین یہ شیوۂ فکر چمن پرداز کیا سمجھے تری ترکیب کیا جانے ترے انداز کیا سمجھے

ہوا ہے رشک افزای عجم ہندوستان تجھسے

بنی یہ سرزمین دلّی کی گویا اصفہان تجھسے

عبارت تیری کیا ہے سُرمۂ تسخیر ہے گویا کلام جانفزا اعجاز کی تقریر ہے گویا

سخن تیرا ہے کیا اِک درد کی تصویر ہے گویا جو تیرا نالہ ہے وہ نالے کی تاثیر ہے گویا

حکایت ہی تری لب پر غم جانسوز ہجران کی ؛

اُڑائی تیرے خامے نے ادا دلہائے نالان کی

روانی میں سوا نکلا ترا شعر آب گوہر سے طراوت میں ہر اک مصرع بڑھا شاخ گل ترسے

سخن کچھ تھا ہوا کچھ تیری طبع نکتہ پرور سے صفائی نے بیان کی آئینہ چھینا سکندر سے

دکھایا فکر نے جمشید کے جام جہان بین کو ؛

کیا شرمندہ دیوان نے ترے بتخانۂ چین کو

میر

خوشا وہ دل کہ جس مین قلزم غم کی ہو طغیانی
قلق جسکا ہو بے پایان الم جسکا ہے طولانی

جہان ہو عیش کی تقلیل کلفت کی فراوانی
برستی ہو اداسی اور ٹپکتی ہو پریشانی

وہین قدر کلام خونچکان میر ہوتی ہے
وہین اس مصحف اندوہ کی تفسیر ہوتی ہے

سواد ہند مین خورشید سا روشن ہو نام اسکا
حلاوت دستگاہون کی زبان پر ہے کلام اسکا

ہے فکر شعر مین کیفیت آمیز اہتمام اسکا
شراب عشق غم پرور سے ہے لبریز جام اسکا

سخن مشتاق ہو عالم عجب جادو بیانی ہے
بہا آتا ہے دریا اللہ اللہ کیا روانی ہے!

سبک اسکو بنا سکتی نہین غم کی گرانباری
اسے رسوا ای آسانی کرے کیا اسکی دشواری

فغان و نالہ ہے ہر چند آئین گرفتاری
چھپی ہوتی ہے اسکی عرض اندوہ جگرخواری

نکلتی ہے صدای درد اسکے پردہ دل سے
تراوش جسطرح کرتی ہو حیرت چشم بسمل سے

زہے حسن اشارت اس نواسنجی کو کیا کہیے
روش یہ ہے تو رنگ لالہ و گل کی ادا کہیے

خوشا رنگین بیانی اسکو گلشن کی فضا کہیے
روانی کو سخن کی مستی باد صبا کہیے

ریاض خلد ہے اسکے چمن کا خوشہ چین گویا

روا قِ آسمان اُسکی غزل کی ہے زمین گویا

طریقِ شعر سے رنگِ چمن پرواز ہے پیدا بہارِ جلوۂ نقش و نگارِ راز ہے پیدا

روش مستانہ ہی معشوق کا انداز ہے پیدا ادا سے ہے ادا انداز سے انداز ہے پیدا

پریخانہ ہے دیوانِ سخن حسنِ مضامین سے

مرصع صفحۂ قرطاس ہے طغرای شکین سے

وفا و مہر کا ایسا نہو گا راز دان ہرگز لکھے گا یون نہ کوئی دردِ غم کی داستان ہرگز

نہ آئی ہے نہ آئیگی کسی کو یہ زبان ہرگز میسر ہو نہین سکتا یہ اندازِ بیان ہرگز

جو اُسکا رنگ ہے وہ کسب سے حاصل نہین ہوتا

الم پرور دہ اُسکا سا کسی کا دل نہین ہوتا

نہ گزرا وادیِ الفت کا ایسا رہنما کوئی دلون کے راز سے نکلا نہ آشنا آشنا کوئی

حریف اُسکا بیانِ عشق مین وحشت نہ تھا کوئی زمین ہند کیا ایران مین بھی کب ہوا کوئی

ہوا تغییر رنگ ایک ایک کی شیوا بیانی کا

ہلالی کا ضمیری کا شفائی کا فغانی کا

تمام شد دیوان ریختہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پس آن آشنائیہا رسید این بیوفائیہا
فغان از بیوفائیہا دریغ از آشنائیہا!

چمن بیرحم، گوش گل گران، صیاد مستعجل
بجان خویش آتش می زنم ز آتش نوائیہا!

کہ راہ کعبہ می پوید تو چون گشتی کنشت ما؟
ز پا افتاد در عہد تو رسم پارسائیہا

بزور عجز گردانیدہ ام نرم آن دل سختش
مرا شد قوتِ بازو ہمین بیدست و پائیہا

پس از عمرے ترا می بینم ای شمع حریم دل
کجا بودی کہ جانم سوخت از داغ جدائیہا

سرت گردم گر انبود ہوای دیدن رویت
کہ با چندین جمال آوردہ این خود نمائیہا!

مرا این اعتبار از زندگانی بس بود **وحشت**
کہ روزے در دیارِ دوست می کردم گدائیہا

خدا محافظِ جان باد بیدلے را — کہ دادہ است دلے چو تو دلربائے را

بحیرتم ز جہان وز طورِ اہلِ جہان — کہ آشنا نکند یاد آشنائے را

روان فدای تو ای رورِ جذبۂ الفت — یکی براہِ وفا آر بیوفائے را

فلک بعجز گراید ز اوجِ طالعِ اُو — تو دستگیر شوی گر شکستہ پائے را

مرا بگردش کہ بیادت تغافلے کردم — تو آشنا مشمر چون من آشنائے را

ز ذوقِ مصرعہ آقا وصال بدستم — ترا چہ شد کہ نمی پرسی آشنائے را

برون خرام کہ وحشت رسید بر درِ تو

بیا بگیر عنانِ گریز پائے را

انکہ مشتاقِ نگہہ جملہ جہان است اُورا — نظرے بر دلِ خونین جگران است اُورا

دل کہ از نالہ و فریاد نشان است اُورا — محفلِ ماتم ازین نوحہ گران است اُورا

یارب آن خانہ بر انداز بما اندازد — برقِ آن جلوہ کہ در دیدہ نہان است اُورا

از تنگظرفی خود کاش پشیمان گردد — چشم خلقے کہ ز ہر سو نگران است اُورا

یارب از بوالہوسان نیز گریزان باشد — حذر از صحبت صاحب نظران است اُورا

آشنایان ادایش ہمہ دل خون کردند — طرز بیگانگی خوی ہمسان است اُورا

در نہادِ دلکم ہست شکستِ عجبے — تا چہ در خاطر ازین کجکلہان است اُورا

یارب این عشوہ بکام دل دشمن گردد — اثرِ خشم وی از چشم عیان است اُورا

خاکم از شوقِ قدِ یار زمین گیر شدہ ست — تا چہ اُمید ازان سرو روان است اُورا

وحشت سادہ دل امید وفا می دارد
زان جفا پیشہ کہ غارتگر جان است اورا

هزاران لطف پنهان می شود از هر ستم پیدا
تو طرزے کردہ ای شوخ در بیدادهم پیدا

نگاه لطف سویم کردی و ناوک زدی بر دل
چه انداز است این ظالم ستم پنهان کرم پیدا

مگر آن بیوفا رفتست با اغیار در گلشن
کہ درد ے میشود در دل ز باد صبحدم پیدا

زمین کوی تو از خون ما چمن بادا
در تو مدفن صد نعش بے کفن بادا

ز بس در هر گلو راز محبت سرمه میریزد
نمی خیزد گہے هم از سر آتش دخان اینجا

نشد آگاه یار جانیٔ ما
دریغ از سوزش پنهانیٔ ما

دل و عکس تجلای جمالت
ببین آئینۂ حیرانیٔ ما

جمال کیست رنگ افروز عالم
کہ شد تصویر حیرت مانیٔ ما

خوشا ذوق حریم جلوۂ او
کہ رقصد سجده بر پیشانیٔ ما

مهر تو دلآزاریٔ ارباب محبت
لطف تو جگر سوزیٔ اصحاب تمنا

بیا ای نوجوانِ جامه زیب ای کجکلاهِ من　　بمرگِ کشته آرائشت بند قبا بکشا!

چون بفراق سرخوشم، وصل کنم چرا طلب　　دردِ تو جان بود مرا، از چه کنم دوا طلب؟

چند بشورِ عندلیب گوش نهی درین چمن؟　　نالهٔ آشنای را از دلِ آشنا طلب

دیوانهٔ مژگان شده لختِ جگر امشب　　بینم که چه بر من گذرد تا سحر امشب

شوقِ دیدارِ تو آتش در دلم افگنده است　　شعلهٔ برقے عجب در حاصلم افگنده است

بندهٔ آن سرمه‌گین چشمِ حیا پرورده‌ام　　یک نگه انداخت ست و بسملم افگنده است

همتِ عالی دگر در قعرِ دریایم ببر　　عافیت رسوا شود، بر ساحلم افگنده است

شرم می آید مرا زین عمرِ بیحاصل که او　　درمیانِ جان و جانان حائلم افگنده است

مصرع خود میبرد وحشت مرا از خویشتن

شوقِ دیدارِ تو آتش در دلم افگنده است

دلِ شکسته کدام از جفای یار شکست　　که یار را دلِ مسرور در کنار شکست

دلم که در غمِ آن زلفِ تابدار شکست　　بجلوه آمد و رنگِ رخِ بهار شکست

چرا نه دست برم تا بدامن ناصح　　مرا که پای تحمل درین بهار شکست

بود ز طرهٔ زلفِ شکسته تر عهدت　　هزار بار به بستی هزار بار شکست

زچشم بد با مان باد دست و بازویش — هزار ناله بلب خاطرِ فگار شکست
فغان که غمزهٔ جادوی اُو دلِ ما را — نهان بدست در آورد و آشکار شکست
مپرس لذتِ دلبستگی ز من وحشت
دلے که جانِ وفا بوده است یار شکست

ظاهر شد از تپیدنِ اجزای جوهرش — آئینه پیش روی تو طوطیِ بسمل است

اگرچه برمنِ مسکین جز از ستم نکند — سرشتِ ناز کش از دردِ عشق خالی نیست

مروت دوستان بگزاشتند و اقربا اُلفت — درین دورِ تنگ ظرفان کجا مهر و کجا الفت

مرهم زخمِ سینه ام بادِ صبا نمی شود — سوخت مرا شبِ فراق، صبح چرا نمی شود
داغ ز دل حذر کند زخم ز سینه رو کشد — مائلِ آشیانِ من برقِ بلا نمی شود
کشورِ فقر و فاقه را تا نه کنم ز کف رها — سایه فگن به فرقِ من بالِ هما نمی شود

که در شهر شما رسوای الفت را نمیدانند ؟ — من آن کس را نمی دانم که وحشت را نمیداند

بر عنیمِ غمزہ کہ مشقِ ستمگری می کرد   نگاہِ لطف تو خوش بندہ پروری می کرد
نہ بہ کرشمہ و ہنگامہ گرم داشتنش   دلم کباب ہمی شد چو دلبری می کرد!

چو راحت نیست حاصل خوابِ راحت دیدنی دارد   گلِ امید از باغ تصور چیدنی دارد

ز دستم بر نمی خیزد کہ بوسم پای والایت   مگر بختم کند خاک و سرِ کوی تو اندازد
بدردِ خستہ جانانان کہ از محفل نگردانی   غریبی را کہ نتواند نظر سوی تو اندازد!

پس مرگ ہم ندانم کہ چسان قرارم آید   مگر آن بلای جانہا بسرِ مزارم آید
بروانِ دردمندان، بدلِ جگر دگاران   کہ خیال شکوۂ تو بدلِ دگارم آید
ز تغافلش ندائی گلہ ای تپیدنِ دل   بجنازہ ام کے آمد کہ سرِ مزارم آید
سرِ تربتم چو آئی، مخرام تند از انجا   کہ مباد دامنِ تو بکفِ غبارم آید

زخمیست در جگر کہ نمک مرہمش بود   کارم ز مہر دوست بسامان نمی رسد

فریاد ز جوش گریہ **وحشت**   این سیل مرا خراب خواہد

زحالِ خاک نشینان مگر دہد خبرے — نسیم صبح کہ از کوی یار می گزرد
زمانہ رادے از انقلاب فرصت نیست — دگر خزان برسد چون بہار می گزرد
بیاس وحشت خاطر شکستہ را مپسند — کہ او بکوی تو امیدوار می گزرد

سخن آموخت غالب از نظیری وحشت از غالب — چراغ را کہ دودی ہست در سر زود تر گیرد

ز طرز جورِ تو دود از نہادِ داد برخیزد — ز تمکینِ تو فریاد از دل فریاد برخیزد

دلِ آن انجمن آرا کجا بر حالِ من سوزد — دلِ من ہمچو شمع انجمن در انجمن سوزد

بہر درد غیر در مانی ہنوز — یعنی از حالم نمیدانی ہنوز!!
تو کہ آرام دل عالم شدی — بہر وحشت آفت جانی ہنوز

شوخیش را دیدہ از اضطرابِ ما مپرس — وضع او دانستہ از روزگار ما مپرس
طفل نادانی ز رازِ عشق آگہ نیستی — از تمنای دلِ امیدوار ما مپرس
ای کہ برخوردن ہمی خواہی ز بختِ یاورے — صحبت ما را مجوی از روزگارِ ما مپرس
جبریٔ نفیسم و فرمانش بجا می آوریم — بیکسیہا را نگر وز اختیار ما مپرس

ما ز ذوقِ جستجوی دوست لذت بردہ ایم ای ز الفت بیخبر از کار و بار ما مپرس

بے نشان کرد ست الفت از نشانِ ما مجوی بے وطن کرد ست وحشت از دیار ما مپرس

وحشتا چون خاطرے بشکستہ نا آوردہ

آشنا با ما مشو از حالِ زار ما مپرس

صبح رفتم بچمن جلوۂ دیدم کہ مپرس بوسہ از کنج لب غنچہ چیدم کہ مپرس

از جلوۂ شوخے مترشح می شد از گل آن حرف و حکایات شنیدم کہ مپرس

بوی دیوانگی از خاکِ گلستان میخاست بیخود آن نالۂ مستانہ کشیدم کہ مپرس

نالہا کردم و بگریستم و خندیدم بہ چنین ذوق بہر گوشہ دویدم کہ مپرس

وحشت این جامۂ تو خونِ من آورد بجوش

صبح رفتم بچمن جلوۂ دیدم کہ مپرس

مدام افتادہ بینم سرنگون بر چشم فتانش ہمانا از درازیہای خود داغ است مژگانش

نظرہا بیخود و لبہا پُر از آہنگ خاموشی درین حیرت سرا نبود ہمین آئینہ حیرانش

نمیدانم چہ طوفان خیزد از چینِ جبینِ اُو بہنگام تبسم دیدہ ام ہمچون گلستانش!

الٰہی جلوہ گاہِ ناز دائم باد خوبان را زمین مشہد عاشق کہ نتوان دید ویرانش

بآئین ستم کاش اندکے بیباک تر گردد دلم خون می شود بینم اگر از خود پشیمانش

مرا افتادہ کار امروز با ہنگامہ آرائے کہ صد طوفانِ محشر میچکد از طرفِ دامانش

خوشا بربادیئے کز دست آن شیرین ادا خیزد محبت میترادد از نگاہ فتنہ سامانش

پریشانی زحد بگذشت خاطر را تلافی کو؟ مگر دستم شود گستاخ با زلف پریشانش

زعیش جاودانی بهره میخواستم، بارے دلم آویخت با دردے که پیدا نیست درمانش

ستمگر بیمروت بیوفا نا آشنا خودبین؛ مسلمانم که خواهد گفت، اگر گویم مسلمانش؟

فرستم این غزل وحشت به پیش میرزا کوکب

بود او قدر دان من، منم از پایه سنجانش

تو دوستی و فلک دشمن است، می دانم سعادتے که ز آن من ست، می دانم

ارادتے که مرا با تو هست، می دانی؛ محبتے که ترا با من است، می دانم

مرا تو دوست شماری، بروچه میگوئی که دوستی تو با دشمن است، می دانم

ببزم او تپش دل بلا سبب نبوید نگاه برق سوی خرمن است، می دانم

شنیده ام که تو دامن فشان همی آئی؛ چراغ تربت من روشن است، می دانم!

زبیم غیر تو بیگانه وار می نگری؛ وگرنه چشم تو هم بر من است، می دانم

دلم برقص در آمد ز شوق فتراکش شکار شوخی صید افگن است، می دانم

ادای او پے فهمیدن است، می فهمم جفای او پے دانستن است، می دانم

به وحشت اینهمه لطف و عنایت تو چرا ست

ادای تازهٔ دل بردن است، می دانم

بندهٔ نفسم اگر چاکر دربار توام ای بجشای بجا لم که گنهگار توام

حیف کز بوالهوسان چشم وفا میداری یار من باش تو ای یار که من یار توام

چشم بکشاییم و بر گل فگنم، نتوانم　　منکه بیمارِ غمِ نرگس بیمارِ توام

صحبتم را تو همان به که غنیمت دانی　　گلم و از پئے آرائش دستارِ توام

خرمنِ من هوس برق پرستی دارد　　پرده از رخ بفگن، طالب دیدار توام

لطف آزادیم اکنون بقفس می آید　　کے کنم فکرِ رہائی که گرفتار توام

ناله آشفته تر از موجِ صبا چون نکشم　　منکه شیدای گل گوشهٔ دستارِ توام

وحشتا خون شدن خاطرِ تو میدانم

من هم ای جانِ وفا محرم اسرار توام

خوش آن روزے که در رنجِ محبت مبتلا بودم　　جفا میدیدم و با بیوفایان آشنا بودم

اگر رنگ از رخم پرواز کرد افزود بر حسنش　　هنر ها داشتم، در گلشن کوییش صبا بودم

ازین یاران مدام از سادگی خوردم فریب اما　　باین شادم که خود آئینهٔ صدق و صفا بودم

اگر راه حرم رفتم وگر در دیر جا کردم　　همان از شوقِ دیدار تو آتش زیر پا بودم

بها از بس گرانم بود، نامد کس بسوی من　　درین بازارِ کم ظرفان متاعِ ناروا بودم

هوس از عشق راحت کرده ام، خاکم ببر بادا　　وفا میخواستم از دوست، من خود بیوفا بودم

اسیرم، بیزبانم، خسته ام یعنی که من وحشت

گلستان وفا را بلبل رنگین نوا بودم ؞

چنان از پا نیفتادم زدست جورِ هجرانت　　که آئی بر سرم از ناز و من از خاک برخیزم

که خواهد داد دادِ حسن آن نوعی که من دادم
تجلیهای جانان را جواب از سوختن دادم!

جلوه محو خود نمائی بود و ناز آئینه دار
دیده را در کارگاه حسن حیران دیده ام

از دل آشفتهٔ خویشم خبر نبود مرا
اینقدر دانم که زلفش را پریشان دیده ام

نمی خواهم که فرقش را در آغوشِ عدو بینم
بزرم یار سر را از گریبان بر نمی آرم

سخن فهم ست و من در شاعری شیوا زبانستم
مگر از جا برد آن شوخ را شوخی اشعارم

زبان را در دهان افشرد بیمِ خشمگین چشمش
نگاه التفاتی باید که باز آرد بگفتارم

زجورِ تست کامروز اینچنین افسرده دل هستم
وگرنه پیش ازین بوی گلی می برد از کارم

کجا بودی تو ای تسکینِ جانِ بیقرارِ من
که امشب شبنم آسا سوخت چشم انتظارِ من

بجولانگاهِ او هر کس شهید شیوهٔ تمکین
کرا طاقت که گیرد دامنِ آن شهسوارِ من

چه بیرحمانه می آئی! السیم صبحدم رحمی!
که می لرزد ز دردِ بیکسی شمع مزارِ من

من ای ناامیدی کز سر او دست بردارم
مگر روزی شود آن آشنا بیگانه یارِ من

دلِ عشرت قرینت هم بخاک و خون فتاد آخر
نمی گفتم ترا وحشت مپرس از حالِ زارِ من؟

چه خوش است عیش و مستی شب ماهتاب کردن　　همه شب شراب خوردن همه روز خواب کردن

رقیبم با تو چون بیند دلش آنگونه خون گردد　　که پنداری چکیدن آرزو دارد براهِ تو
چنان ز آئینهٔ روی تو حیرت آشنا گشتم　　که چون تمثال بر جا مانده ام در جلوه گاهِ تو
کجا با آن حریف برق جولان آشنا گردد　　گرفتم سرمه افتاد است دنبالِ نگاهِ تو
بود دلهای از جا رفته ما را قرار آنجا　　خدا آباد دارد طرهٔ عالم پناهِ تو

نرگسِ سرمه سای را مستِ می نظاره کن　　غنچهٔ لعل فام را ذوقِ شرابِ ناب ده
خیز که از کرشمهٔ کارِ جهان کنی تمام　　تیغِ نگاهِ تیز را از مئے عشوه آب ده
وقت رسید ساقیا دهر شود خرابِ تو　　بزمِ شراب عام کن بار به شیخ و شاب ده
گه مژهٔ دراز را تیر و کمان حواله کن　　گاه نگاهِ شوخ را رخصت اضطراب ده

وحشت خان و مان خراب خوگر جور گشته است
لطفِ وفا سرشت را چاشنی عتاب ده

دلِ خود ای مروت دشمنِ من تا کجا بستی　　که از بیگانگیها در بروی آشنا بستی
برآمد دود از دلها چو چشم از سرمه آلودی　　جگرها پر ز خون گردید تا بر کف حنا بستی
همین آئینه نالان نیست از نیرنگِ نازِ تو　　نسیم آسا بگلشن رفتی و راهِ صبا بستی

ترا اید ل گر از باغ تمنا گل ہوس باشد   باظہارش نہ پنداری چو نقش مدعا بستی

بطور ناز کیہا بودہ با بوی گل ماناؔ   ہمان چون بوی گل ای شوخ پیمانِ وفا بستی

مروت ماتم صد شور بختانِ وفا دارد   سنانِ غمزہ برکف تا کمر را بر جفا بستی

درین محفل کہ عاشق را فراموش است گستاخی   تو دست شوق جرأت آزما را از حیا بستی

مگر او را ز آئین وفا پنداشتی غافل   کہ صید مبتلا را وقت بسمل دست و پا بستی

فریبش دادہ صد بار اما سادہ لوحی بین

دل وحشت چو گل بشگفت تا عہد وفا بستی

رباعیات

دل را چو سپرد کس بغارتگرِ خویش   باید کہ گزارد سرِ خشک و ترِ خویش

وز لذت وصل گفتگوی نکند   تا در رہِ او ہمی نہ بازد سرِ خویش

چیزے عجبے ہست محبت وحشت   مردیم و بپا ساخت قیامت وحشت

آن دشمنِ ارباب وفا ہم بر خواند   با گریہ ہای ہای وحشت وحشت!!

آن روز که عشق رو نمودن میخواست — الماس به زخم سینه سودن میخواست
زان پیش که ما سوختن آغاز کنیم — معشوق ز مهر رُخ کشودن میخواست

ای دوست چو بیگانه بما می آئی — مستی که بدین لغزشِ پا می آئی
سوگند بخور یکی ببخت دشمن — وانگاه بگو که از کجا می آئی

خط بر لبت اکنون که دمیدن دارد — حسن تو به انجام رسیدن دارد
نے نے بخدایم، غلطم بود گمان — وقت است همین که رویت دیدن دارد

اشکم دود از چشم که پیشت ندوید — خونم چکد از دل که برویت نچکید
دستم رود از دست که دستت نگرفت — جانم رمد از تن که بجائے نرسید

مقصود حیات چیست، دیدن خواہم — یعنی که ترا ببر کشیدن خواہم
وانگاه بگردنت دو دست افگنده — از کنج لب تو بوسه چیدن خواہم

تخمیس مطلع آہ مرحوم

غمم مپرس چو وحشت دل تو خورسند است — ندیدۂ که مرا با غمِ که پیوندست؟
بچشم من که بدیدار آرزومندست — دفورِ گریہ ندانستہ ام کہ تا چندست
(بای ختمیہ)
جز ین قدر که لبش مائل شکرخندست

تخمیس مطلع کوکب مرحوم

کونین نیرزد بہ بہای قدمِ تو — فرش است رہِ عرش برای قدمِ تو
ای نوربد لہا ز صفای قدمِ تو — دارد سر شوریدۂ ہوای قدمِ تو
جان و دلِ من باد فدای قدمِ تو

غزل عیدیہ

صبح عید بود دیاری دلنوازی مبارکبادم گفت - این غزل پیشکش کردم

مبارکباد گفتن خوش نماید صبح عید از تو — کہ صبحِ عید بوی شادمانیہا شنید از تو
پس از عمرے ز عہد خرمی آمد نوید از تو — بکشت آرزومندی گلِ عشرت دمید از تو

زچشمِ التفات تو ہمان دیدم کہ میجستم — پس از چندین تپیدن نہاد دل من آرمید از تو

سر آمد روزگار امروز ایام صبوری را — بحمد اللہ کہ آخر مژدۂ وصلے رسید از تو

سرت گردم بوحشت آشنا کن گوشۂ چشمے

مبارکباد گفتن خوش نماید صبح عید از تو

سہرا

مبارکباد آن یارِ مروت شیوہ را سہرا — ہمی گوید بیاران قصۂ مہر و وفا سہرا

ہمایون بزم طوی سیدِ دارا شکوہِ ما — کہ آنجا بوی عشرت میدہد عشرت فزا سہرا

مرا دیوانہ میدارد شمیمِ دلنوازِ اُو — درِ صد فیض بکشاید بروی آشنا سہرا

ز سرتا پای اُو از گل چمن پیکر نمودندش — زہے انداز آرائش کہ شد گلگون قبا سہرا

ہزاران شیوہ ہای دلنشین آموختند اُورا — شد آخر در طریقِ دلبری نازک ادا سہرا

نمی دانم چہ گلہا بشگفد از شوخی نازش — مرا تعلیمِ حیرت میدہد چون نقش پا سہرا

گلستان گشتہ محفل یافت چندان امتیاز از وے — شد از جوش لطافت ہمدمِ بادِ صبا سہرا

ہمان گلہا کہ جانِ گلستان بودند میدارد — شناسد معنی ورع ما کدر خذ ما صفا سہرا

توہم وحشت بآئینِ دعاگوئی زبان بکشا

کہ از ہر تار خود برداشت یک دستِ دعا سہرا

قطعات

قطعہ کہ در جواب نامۂ شفیقے دام مجدہٗ بتاریخ ۱۷ ماہ اپریل ۱۹۰۲ء گفتہ شد

ای ذات تو مرقعِ صلح وصفا وصدق — ذکرِ تو زیبِ کام و دہان کردہ ایم ما
گفتی ہزار سجدہ بہر حرفِ نامہ کن — عمرت دراز باد! ہمان کردہ ایم ما
ہم بوسہ بر سوادِ خطش دادہ ایم ما — ہم سجدہ بر عبارتِ آن کردہ ایم ما
خوش فیضہا ز صحبتِ تو بر گرفتہ ایم — چندان کہ نرخ خویش گران کردہ ایم ما
از بوی خُلقِ تو دل و جان و دماغ را — ہم رنگِ بوستانِ جنان کردہ ایم ما
از بسکہ اتباعِ کلامت نمودہ ایم — طوفان بجانِ نکتہ وران کردہ ایم ما
آگاہیٔ تمام ندادیم از کمال — رحمے بحالِ مدعیان کردہ ایم ما
دانی کہ شب بروز چہ طور آوریدہ ایم؟ — دانیٔ کہ روز شب بچہ سان کردہ ایم ما؟
گہ نام تو ز ذوق نہان گفتہ ایم ما — گہ وصفِ تو ز شوق عیان کردہ ایم ما
ذوقے ز ذکرِ تو بزبان دادہ ایم ما — لطفے زیادِ تو بروان کردہ ایم ما

قطعہ

تو ایکہ نامِ تو سید حسین ہست، بیا — دلم فدای تو خوش وضع دلربا داری
شرافتِ نسبی از جبینِ تو پیداست — نسیمِ کوی کسیٔ بوی آشنا داری

صفا و صدق اثر آلِ مصطفیٰ باشد
روان فدای تو ہم صدق و ہم صفا داری

شد ببوی تو ام جان آرزومندم
ربودہ دلم از شیوۂ وفا داری

بامتیازِ تو ای یار مہربان شادم
سخن شناسی و ذوق کلامِ ما داری

قطعہ

مباش آن چنان غافل از حالِ زارم
کہ از دردِ ہجر تو ام جان بر آید

غلامِ تو ام دوستم گر نخوانی
ہمان میکنم کز غلامان بر آید

دعای تو گویم دمِ صبحگاہے
چو بانگ از خروسِ سحرخوان بر آید

قطعہ

ہم از ذوقِ وفا باشد کہ از یاران صد ایام
نخواہم بر جبینِ خویش داغِ بیوفائی را

عمل بر شعرِ استادم بود وحشت کہ در گیتی
بآئینِ نوی داد است دادِ حق ستائی را

ازان از دوستداران می کنم پہلو تہی صد جا
کہ نتوانم بجا آورد حقِ آشنائی را

قطعہ

زہے صفای زبانِ وحشت کہ شعرِ شیرین نہاد گوید
ز داستانِ وفا پرستان ہر آنچہ دار است یاد گوید

دلش بہ تحسین و آفرین سخن شناسان ہمی کشاید
کہ تا نہ از خوبی کلامش ابو المحامد رشاد گوید

قطعۂ تاریخ طبع رسالۂ خلق عظیم مصنفۂ مولوی نادر حسین مرحوم لکھنوی

زہے صحیفۂ رنگین چو روی یار جمیل — زذکر خُلق نبی کردہ اکتسابِ جمال

فدائی جلوۂ آرائشِ دل افروزش — نگارِ من شدہ صرف نمائشِ خد و خال

زطیب طیب بشرب مشام شد محظوظ — مراد یافتہ ام زین کتابِ فرخ فال

پے نوشتن تاریخ خامۂ وحشت — کہ در جہان بود امروز بے عدیل و مثال

چو رفت مثل نسیم سحر بگلشنِ فکر — بیان خُلق عظیم محمدؐ آمدہ سال

۱۹۰۵ع

قطعۂ تاریخ طبع ترجمۂ غبطۃ الناظر از نواب سید معظم حسین خان بہادر مرحوم

نواب نامدار معظم حسینِ ما — آن مجمع الفضایل و آن مصدرِ کمال

احوالِ عبد قادرؒ شیخ الشیوخ را — کابن الحجر نوشتہ بائینِ بے مثال

آوردہ از لسانِ عرب در زبانِ ہند — باخوبیٔ کہ گوئیش آئینۂ جمال

وحشت اگر کسی زتو تاریخ پرسدش

گو یک ہزار و سہ صد و بست و یک است سال

قطعہ در تاریخ طبع مثنوی "نجم بختیاری" مصنفۂ مولوی حافظ قاضی عبد الحمید صاحب حمید

جناب مولوی عبد الحمید آن حافظ قرآن — کہ از کلکش دمِ تحریر می ریزد دُر و گوہر

بیانہای شکر فش چون میٔ احمر نشاط افزا — ادا ہای بیانش چون نسیم صبح جان پرور

مرتب ساخت نظمے کرشگرفیہای گوناگون　　بدان ماند کہ باشد غازہ بر رخسارِ مہ پیکر

زہے نظمے کہ "نجم بختیاری" نام زیبایش　　خہے نظمے کہ بر اوج سخن رخشان تر از اختر

خوشا نظمے کہ پیش آب و تاب چشم افروزش　　نباشد در نگاہ اہل بینش قیمتِ گوہر

تعالی اللہ چہ نظم است این کہ از شوق ہم آغوشی　　عبارت ہای رنگین را معانی میکشد در بر

بجیب فکر سر بردم چو وحشت بہر تاریخش

زغیب آمد ندا "نظم گرانمایہ" بگوشش اندر

۱۳۱۷ھ

قطعہ

در تاریخ طبع دیوانِ غزلیات نجمی شاگرد مصنف

نجمی نکتہ شناسِ خوش فکر　　آن سخن پرورِ فرخندہ خصال

آنکہ در خُلق بود موجِ نسیم　　آنکہ در فضل بود بحر کمال

فکرش استبرقِ الوانِ غریب　　طبعش آئینۂ انوارِ جمال

خامہ را از نظرش قوتِ دل　　چامہ را از اثرش رنگِ کمال

از سخا ہمت اُو دست کریم　　از صفا فکرت او آب زلال

للہ الحمد کہ دیوانِ کلامش　　نذر فرمودہ بہ اربابِ کمال

چاپ شد دفتر شعرش وحشت　　گشتہ دامانِ نظر مالا مال

داشتم فکر پے تاریخش　　"جانِ شیرین سخن" گفتم سال

۱۳۲۴ھ

قطعہ در تاریخ طبع دیوان مولوی عبد الرحمن صاحب سعید مرحوم کمرلائی

نکتہ سنجان زمان مژدہ کہ دیوانِ سعید | طبع گردید باندازو ادائے رنگین
گوہر بیش بہائے ست کہ از تابش حسن | شکند رنگ بر خسارۂ فردوسِ برین
شعر ہای نمکینش چو لبِ گلرویان | می زند طعنہ بہ موج مئی ناب شیرین
در نزاکت سخنش چون کمر عشوہ گران | در لطافت چو اداہای بتانِ خود بین
رشک نازک کمران ست خیالات لطیف | غیرت خالِ بتان ست نکات رنگین
جلوۂ ناز فروشان ست معانی غریب | غمزۂ عشوہ طرازان ست مضامین متین
حبذا مشک فشانی نسیم فکرت | کہ ز بویش شدہ آغوشِ نفس عطر آگین
فرخا گلشن معنی کہ بوقت سیرش | شدہ پُر گل ہمہ دامانِ نگاہِ گلچین
وہ چہ مجموعۂ اشعار مسرت بار است | کہ رباید اثرِ رنج ز دلہائے حزین
روح افزائی سحر سخنش را نازم | بدل مردہ دہد لذت جانِ شیرین
چہ سخن غیرتِ طرفِ کلہِ کجکلہان | چہ سخن رو کش دامانِ جوانانِ حسین
چہ سخن آتش سوز دل اربابِ قبول | چہ سخن نالۂ سرد دلِ اصحابِ یقین
چہ سخن طرۂ گیسوی سیاہِ لیلے | چہ سخن طرفِ نقاب رخ صافِ شیرین
چون بصد عشوہ و انداز و اداہا وحشت | نظر افروز شد این غیرتِ بتخانۂ چین
یافتم از سرِ الہام سن تاریخش | دامنِ صبح گل افشانیٔ فکر رنگین
۵ ۱ ۳ ۱ ۸

قطعہ در تاریخ طوی محبی مولوی ابو الحامد رشاد صاحب۔ ایم اے

نوید طوی رشاد ست شادم و خوشدل | دعای جان وی از اتحاد می گویم
چو بلبلش ہمہ بر خود چمن چمن بالم | حدیثِ شوق کہ دارم بیاد می گویم
لقای او کہ بدان جانِ دوستان شادست | حریفِ جلوۂ صبح مراد می گویم
شنیدہ ام کہ عروسے چو ماہ آوردست | رسم بدر گہش و مژدہ باد می گویم
بفکر از پے تاریخ اگر زدم وحشت | "بہارِ دولتِ عقد رشاد" می گویم

۱۳۲۷ھ

قطعہ در تاریخ تولد پسرم ابو المنصور علی حیدر سلمہ اللہ الاکبر

باز بخشید خداوند کریم | بمنِ خستہ و رنجور و حزین
پسرے خوب کہ از دیدنِ او | خانۂ دل شدہ عشرت آگین
سالِ تاریخ نوشتم وحشت | "شد تولد پسر نور جبین"

۱۳۲۷ھ

قطعہ در تہنیت خطاب "خان بہادر" یافتن مکرمی جناب شمس العلما

مولوی محمد یوسف صاحب جعفری عظیم آبادی متخلص بہ رنجور

شمس العلما حضرتِ رنجور چو امسال | گردید ز افضالِ خدا خان بہادر
وحشت قلم من سن تاریخ برآورد | از "سطوت شمس العلما خان بہادر"

۱۹۱۰ء

قطعہ در تاریخِ وفات مولوی عبدالحلیم عاصم مرحوم

وحشت چوز حکم حق تعالیٰ انجام حیاتِ عاصم آمد
فکرم پے سال عیسوی بود "تاریخ وفات عاصم" آمد
۱۸۹۹ ع

قطعہ در تاریخ وفات میرزا احمد علی کوکب مرحوم

چو کوکب ازین دار فانی گزر کرد دلم وحشت از دردش اندر تب آمد
مرا جستجو بود - سال وفاتش "ز شاہ سخن میرزا کوکب" آمد
۱۳۲۲ ھ

قطعہ در تاریخ وفات اُستاذی حضرت شمس مرحوم

حضرتِ استاد شمس نکتہ دان کز فیوضش کردہ ام کسبِ کمال
چون ازین دارِ فنا رحلت نمود خاطرم خون گشت از فرطِ ملال
فکر من وحشت سن تاریخ خواست گفت ہاتف "شاعر عالی خیال"
۱۳۲۳ ھ

قطعہ در تاریخ وفاتِ فصیح الملک نواب مرزا خان داغ مرحوم

ازین منزل چو داغ دہلوی بربست محمل را دل اہل جہان گردید داغ از رنگ تعجیلش
چرا نبود کہ بود از فکر رنگینش جہان رنگین ہزاران لطف پنہان داشت ہر تشبیہ و تمثیلش
بگوش وحشت خونین جگر از روی حسرت ہا "فصیح الملک داغ" آمد سن تاریخ ترحیلش
۱۳۲۲ ھ

قطعہ در تاریخ وفات منشی امیر احمد امیر مینائی مرحوم

چون امیر لکھنوی وحشت ازین عالم گزشت   آن سخندان گرامی پیر و مرزا و میر
طبع گوہر سنج من فرمود از روی وقوف   "بود شاہِ شاعران منشی امیر احمد امیر"
۱۹۰۱ ع

قطعہ در تاریخ وفات حضرت محسن کاکوروی مرحوم

محسن کہ نوایش ہمہ نعتِ نبوی بود   باشد سخنش آئینۂ شانِ رسالت
چون رفت ز دنیا پس تاریخ وصالش   وحشت بنوشت۔ "آہ ثناخوانِ رسالت"
۱۹۰۵ ع

قطعہ در تاریخ وفات میر مہدی حسین مجروح مرحوم دہلوی

آہ از مرگ حضرتِ مجروح   آنکہ میداشت سر بدوش سخن
این بود سال عیسوی وحشت   "میر مجروح گلفروشِ سخن"
۱۹۰۲ ع

قطعہ در تاریخ وفات شمس العلما مولانا محمد حسین آزاد مرحوم دہلوی

فاضل عصر حضرتِ آزاد   آن سخن سنج بے عدیل و مثال
نظم او در حلاوت اصلِ نبات   نثر او در لطافت آبِ زلال
رفت زین تیرہ خاکدان آخر   باغِ فردوس کردش استقبال
وحشت آورد مصرعۂ تاریخ   "بلبلِ شاخسار اوجِ کمال"
۱۳۲۸ ھ

قطعہ در تاریخ وفات حکیم سید ضامن علی جلال مرحوم

چون درین سال ز امر ربِّ جلیل | شاعر لکھنوی، جلال بمرد
فکر تاریخ کرد وحشت و گفت | "ہای! ضامن علی جلال بمرد"

قطعہ در تاریخ وفات مولوی سید علی حسن رضوی مرحوم ابن نواب سید محمد خان بہادر

زین چمن سوی گلشن فردوس | شد چو سید علی حسن راہی
دل حزین شد مرا کہ گشت غروب | آفتاب شرافت نسبی
فکر تاریخ داشتم وحشت | وز دل و دیدہ خون چکید ہمی
ہاتفم گفت از سر افسوس | "آہ سید علی حسن رضوی"

اشعار

کہ ہنگام تشریف آوردن علامہ شبلی بہ مسلم انسٹیٹیوٹ کلکتہ نگاشتہ شد

نوید عیش رسانید پیک فرخ فال | بخویش از طرب ای مسلم انسٹیٹیوٹ ببال
کدام نوگل مہر و وفا دمید اینجا | کہ بوی روح فزایش ز دل ربودہ ملال
کدام صاحب علم و ہنر رسید اینجا | کہ بہر دیدن او جمع گشتہ اہل کمال
کدام مخزن صدق و صفا قدم آراشد | کہ ہمچو آئینہ بر جای ماندہ آب زلال

کدام ماہرِ فن سخن زبان بکشود — فرو چکید گہرہای بے عدیل و مثال

مگر بیامدہ علامۂ زمان شبلی — کہ دارد از نفس شاہ کمال جمال

فدای معنی رنگین و نکتہ سنجیٔ او — کہ آفرین ز زبان ہا نماید استقبال

ہلاکِ شوخی تحریر و حرف گفتنِ او — چنان بود کہ بعاشق رسد پیام وصال

زہے صفای کلام و لطافت سخنش — بدان رسد کہ بفریاد آید آب زلال

کشود لب بثنایش رضا علی وحشت

کہ اعتقاد قوی دارد او باہل کمال

مخمس وداعیہ

خیال دوست آتش می زند در خانۂ دلہا — تپیدن کردہ اند آغاز یاران ہمچو بسملہا

بیاد مولوی عبد العلی آن شمع محفلہا — الا یا ایہا الساقی ادر کاسا وناولہا

کہ عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکلہا

دلش ہم از خیال دوریٔ یاران بود پر غم — کشد ہمچون دل عاشق آہ و نالہ را ہیہم

ہمی گوید چو بیند شہر را با دیدۂ پر نم — مرا در منزل جانان چہ امن و عیش چون ہر دم

جرس فریاد میدارد کہ بر بندید محملہا

بازآمدنِ یارے از سفر

صد شکر که ایامِ فراقم بسر آمد ہان دیدۂ و دل مژده که ذوق نظر آمد
آن یارِ وفادار که من بنده ام اُورا باز آمده وز آمدن اُو خبر آمد
چون دید مرا تشنه لب ساغرِ دیدار بازم بعطا ابرِ بهاران بسر آمد
قربان شوم آن رفتن و این آمدنش را گوئی که بگلزار نسیمِ سحر آمد
لطف و کرم و مهر بود همقدمِ اُو تنهاش مپندار که باکر و فر آمد
وحشت چه تامل بودت جامه فروگوی ہان مژده که آن قدر شناسِ هنر آمد

مسدس در تهنیت بازآمدن عالیجناب ڈاکٹر ای ڈین راس پرنسپل مدرسه عالیه کلکته از سفرِ انگلستان

بادِ بهاران وزید جلوه نما شد چمن لاله ز یکسو دمید وز طرفے نسترن
راحت نظاره شد رنگ گل و یاسمن تا سخن آرا شود وحشتِ شیرین سخن
خانه بدوشانِ شوق خوش چمنے ساختند
در سخن آرزو انجمنے ساختند

شیشۂ گلرنگِ مے جلوۂ از ناز کرد — شوقِ مسرت طلب دفترِ دل باز کرد

ساقی بزمِ نشاط بادہ زدن ساز کرد — مطربۂ دلنواز زمزمہ آغاز کرد

دامنِ دل میکشد چہرۂ زیبای اُو

میبرد از جام را ذوقِ تماشای اُو

میکندم دلبری دلبرِ رعنای من — آن چمن آرای من آئینہ سیمای من

باغ و بہار خیال چشمِ تولای من — نقش و نگارِ اُمید جانِ تمنای من

از لبِ معجز نما آب بقا آفرین

وز نگہ میچکان میکدہ ہا آفرین

سجدہ گہِ اہلِ شوق آن خمِ ابروی اُو — راہِ مسلمان زند نرگس جادوی اُو

شامِ بلا موی اُو صبحِ طرب روی اُو — باغ جنان کوی اُو مشک ختن بوی اُو

خوشتگی مہرخے سیمتنے دلبرے

فتنہ گرے میکشے سنگدلے کافرے

شد دل سنگینِ اُو بر من از آن مہربان — کز مددِ طبع خویش آمدہ ام مدح خوان

داکترِ **راس** را آن علمِ عزوشان — قدر شناسِ سخن نکتہ ور و نکتہ دان

صاحب علم و عمل مصدر صدق و صفا

منبع فضل و ہنر چشمۂ مہر و وفا

رفت و دگر از وطن آمدہ از بہرِ ما — ہمقدم و ہمخیال یافت مسز راس را

مدرسه از مقدمش شد چمن پر فضا　　چون بجز امید او صورت باد صبا

عقدهٔ دلها کشاد ناخن تدبیر او

آب حیات آفرید لذت تقریر او

میچکد از روی او حشمت و جاه و جلال　　بارد از آثار او حکمت و فضل و کمال

خیزد از احسان او جود چو باد شمال　　ریزد از ایثار او فیض چو آب زلال

شهرهٔ اوصاف او عرصهٔ عالم گرفت

قلعه و مسند ربود رایت و پرچم گرفت

گشته بعالم عیان زور قلم رانیش　　حسن عبارت کند خدمت مهمانیش

خامهٔ هر کس نوشت مدحت طولانیش　　ورد زبانها شده ذکر زباندانیش

ورد زبان همچنین باد دعایش مدام

داردش ایزد بدهر محترم و شادکام

مسدس دیگر

بیا ای ساقی آتش نفس ای من فدای تو　　بجوش آورد خونم را نگاهِ آشنای تو

مرا دیوانه میدارد ادای دلربای تو　　بیا کآتش بجانم میزند شوق لقای تو

دلم را اشتیاق وصل آتش زیر پا دارد

بیا کاین دست شوقم باد و زلف کارها دارد

بیا ای ساقیِ رنگین ادا ای نازنینِ من　　ز پا افتاده‌ام باشد که گیری آستینِ من

بیا ای خندهٔ نازِ تو عشرت آفرینِ من　　ز فیضِ یک دو ساغر آسمان گردانِ مینِ من

خمار آلوده‌ام لطفِ سرورے آرزو دارم

خموشی خاطرم خون کرد ذوقِ گفتگو دارم

بر آنم کز سخن روشن کنم بزمِ حریفان را　　بشور آرم چو بے رنگین نوایانِ گلستان را

مرصع تا کنم از نقشِ رنگا رنگ عنوان را　　طرازم مدحِ حضرت ڈاکٹر راس سخندان را

ز مہرِ دلفروزِ خود چو گشت اُو شمعِ محفلہا

الا یا ایہا الساقی ادر کاساً و ناولہا

بہ لندن رفتہ بود امروز در کلکتہ باز آمد　　نہ پنداری کہ تنہا زان رہِ دور و دراز آمد

مسز راس آن گلِ خوبی چو سروِ سرفراز آمد　　چنان آمد کہ گوئی در دلِ مشتاق راز آمد

الٰہی این دو گل را رونق افزای چمن داری

چمن را کعبۂ مقصودِ نسرین و سمن داری

جنابِ راس تا شد جلوہ فرما تازہ شد جانہا　　درِ صد عیش وا گردید و بیرون رفت حرمانہا

باستقبالِ او ہر جا مہیا گشت سامانہا　　ورقہا پُر ز مدحش گشت و شد پُر نور عنوانہا

زہے صاحب کمالے نکتہ فہمے معدنِ دانش

ایاغِ بادۂ مہر و چراغِ روشنِ دانش

توئی کامروز بر ذاتت مسلّم شد زباندانی　　دمِ تقریر لب را وا کنی و گوہر افشانی

خوشامد گو نیم از شوق بہر ستم تو میدانی　　گرم رطب اللسان بینی بآئین ثنا خوانی

ہمان بشمار کز ذوق سخن بیتاب می باشم

نوای عندلیبم در چمن بیتاب می باشم

ز روی تست فر و شوکت و جاه و حشم پیدا　　خط دستت بود تفسیر آیاتِ کرم پیدا

ادای مہر تو چون جلوہ روی صنم پیدا　　شمیم خلق تو ہمچون نسیمِ صبحدم پیدا

دلت را فیضِ تو دائم بوحشت مہربان دارد

تو مارا شادمان داری خدایت شادمان دارد

مخمس مدحیہ

کہ در تہنیت تشریف آوردن شہزادہ عالی وقار پرنس آف ویلیس بہادر
در ہندوستان نگاشتہ آمد و در "جرنل مسلم انسٹیٹیوٹ" معہ ترجمہ انگریزی ثبت
افتاد۔ ترجمہ کہ ہم در نظم است از فکر وقاد مسٹر ہری نات دے۔ ایم۔ اے۔
ایم۔ آر۔ اے۔ اس۔ لائبریرین امپیریل لائبریری ظہور یافت

سیاہ مستی آورد ہوای شاخسارہا　　جنون چو سبزہ می دمد بطرفِ جوبارہا

مپرس ز اضطرابِ من بیادِ گلعذارہا　　ز دل برون نہادہ ام شکیب ہا قرارہا

چو بلبلے کہ می تپد ز شوقِ نو بہارہا

حلال باد بادہ ام کہ یارِ سادہ می رسد　　پیالۂ شراب را بکف نہادہ می رسد

بخود ببال آرزو که نقل و باده می رسد　　هران قدر که خواستم ازان زیاده می رسد

رہا ند الفت میم زکلفتِ خمار ہا

گل مراد می شود ہجومِ شوق را سبب　　دلم زدوست کامجو لبم بجام بے ادب

گزشت آنکه رفتمے ز بزمِ باده تشنه لب　　کنون که کام یافتم نباشد این زمن عجب

زدست اگر رہا کنم زمامِ اختیار ہا

زگلستانِ آرزو بدستِ من ثمر رسد　　که شاہزاده آید و ز آمدش خبر رسد

شب مصیبت مرا زخنده اش سحر رسد　　چرا نه بشگفد دلم چنین نوید اگر رسد

فدای مژده که شد نسیمِ نو بهار ہا

زمقدمِ پرنس ما بهشت شد دیارِ ما　　گرفت تازگی ازو نہالِ روزگارِ ما

بکاخِ عرش می رسد کلاهِ افتخارِ ما　　رعیت ازجمالِ خود نواخت شہریارِ ما

بلے ہمین بوده ہمین طریقِ شہریار ہا

بلند پایه خسروا جهان کشا جهان ستان　　نهاده جبهه رضا بر آستانت آستان

نقوشِ تاجِ حلم را بهارِ خُلق ہمعنان　　چمن چمن شگفت دل ز رنگِ این بوی آن

که دارد اینچنین روش میانِ تاجدار ہا؟

تو آفتابِ دولتی ضیای جاه گستری　　زحل ز التفاتِ تو دہد فروغِ مشتری

بفرّ و شانِ اکبری بصولتِ سکندری　　که مر ترا به از ہمه سزد ادای سروری

بفرقِ کج نهاده کلاهِ اعتبار ہا

زابر قطرہ چکد ز فیضِ تو گہر شود بخاک اگر نظر کنی یقین کہ خاک زر شود
چہ می شود شہنشہا بمن ہم ار نظر شود بیا کہ شام محنتم ز روی تو سحر شود
بسے بشوقِ بندگی کشیدم انتظارہا

بدہر رسم مہر و کین چو ہست باد اینچنین کہ دوست مہر ورزد و عدو زبون شود ز کین
بدور ہست تا زمان بجنبش است تا زمین ہمیشہ باد فرق تو ز تاج رونق آفرین
برغم فرق دشمنان کہ باد زیب دارہا

قصیدہ در نعت حضرت سید المرسلین ص

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تو کز نا واقفیہا عیشِ خود را جاودان بینے
ہمی ترسم ازان ساعت کہ جور از آسمان بینے

تمنای حصولِ عزت و جاہ اینقدر تا کے
ازین سودای سودای بو الہوس روز زیان بینے

ز شادی برکران شو تا ز شادیہا خبر یابی
بمحنت آشنا شو تا ز راحتہا نشان بینے

بنفس بد گہر بسپردہ دل را و می ترسم
کہ این گُل را خراب از دست بُرد مہرگان بینے

ترا غیر از دل آزاری نباشد شیوہ دیگر
دلِ خود را اگر تا آتش صد خان و مان بینے

ہمان بر اضطرابت خندہا صیاد میدارد
تو با این بے پروبالی کہ خوابِ آشیان بینے

چنین طولِ امل چندین خیال خام بختیہا
حیاتِ خویش را از سادہ لوحی جاودان بینے

رہِ منزل نمیدانی و از سالک نمی پرسی!
چہ آخر غیر از شر سند گیہا ز امتحان بینے

ز ذوق خستگی ای سنگدل آگہ نہ ور نہ
اگر دردت رسد ہم مومیا را ارمغان بینے

کتاب سادگی بکشا کہ حکمت را خجل یابی
شرابِ بیخودی درکش کہ عشرت را ضمان بینے

ترا چشم بصیرت کور شد ای بیخبر تا کے
ہوای نو خطان داری جمالِ گلرخان بینے

من از خس آشیان جویم تو خس از آشیان جوبی
من از خاک آستان جویم تو خاک از آستان بینے

چراغ آرزو گل کن که نقش مدعا بندی
بنای عافیت برکن که عیش جاودان بینی

فغان را گرم تر برکش چو سوز دل فزون یابی
قدم را تیزتر می نه چو بار غم گران بینی

ازین بالا ترک پرواز کن ای طایر همت
بگو تا چند خود را در هوای بی نشان بینی

شوی گر خاکپای شهسواران رهِ معنی
سمند نصرت و فتح و ظفر در زیر ران بینی

طمع را یکقلم بگزار اگر آسودگی خواهی
بگستر خوانِ استغنا که نعمت ارمغان بینی

چو چشم از غیر بربندی دلت آئینه می گردد
همان جان تمنا کارزو داری همان بینی

جهان ماتم سرای بیش نبود دیده را وا کن
چمن را با گل خونین کفن در خون تپان بینی

نه بندی دل درین و آن مروت نیست در عالم
نخواهی دید از دشمن هر انچه از دوستان بینی

غزل گویم بطرز خاص خود وحشت بیا بشنو
کنون کلکته را از فیض نطقم اصفهان بینی

غزل

نه بر مژگان من اشکی و نی بر لب فغان بینی
درآ در سینه ام تا شوکت داغ نهان بینی

همان چین جبین و چشم قهرآلود می داری
نمی خواهی که خود را بر مراد دوستان بینی

نگاهِ حسرت آلود و لب خاموش را بنگر
حکایتهای شوقم داستان در داستان بینی

پی شادابی کشت جمالِ جانفزای تو
مدام از هر دو چشم من دو جوی خون روان بینی

ترا ناز و ادا چندین نخواهد ماند می ترسم
که بعد از مرگ من نرخ محبت را گران بینی

بقلبم دشنهٔ زن یا بحالم رحم کن تا کی
مرا بر آستان چون طائر بسمل تپان بینی

شهیدان را ندانی بی زبان کز جوش حسرتها
زمین کوی خود را محشرستان فغان بینی

زاقلیم تغزل باز آو حشت بگو بندے
کہ قلب ستمع را کیمیا از فیض آن بینے

جو اندوہ و الم افزون شود در بزم رندان شو
کہ آنجا پای ساقی کعبۂ امن و امان بینے

تصوف را نخواہی از فقیہان جستجوی کن
کہ این شمع صفا در مجلس پیر مغان بینے

پس شام مصیبتہا دمد صبح طرب روزے
ہلال زخرمی بر خود چو جو را ز آسمان بینے

نمی زیبد ترا کارے کہ از وی منفعل گردی
ببین در شان خود تا حسرت کردبیان بینے

ترا یاد اجل ہرگز نمی آید نگاہے کن
کہ چون موج ہوا خیزد غبار رفتگان بینے

تو با لہو و لعب چون طفل بدمستی فغان از تو
الٰہی خون شود قلبت کہ خود را در فغان بینے

نسیم آشنائی می وزد اما دماغت کو
بر آ از خویشتن تا یوسفے در کاروان بینے

غلط گفتم کہ رعنا تر ز یوسف دلبرے یابی
کہ یوسف را زلیخا وار دنبالش دوان بینے

زہے شیرین ادا ماہے کہ چون نامش زبان گوید
زبان را ہمچو نی بدمست لذت در دہان بینے

محمدؐ نام کردندش محمد بودہ است آرے
بقرآن رو در آ در تا ثنایش را عیان بینے

چو گوئی عظمتش روح القدس را ہم نوا یابی
چو خوانی مدحتش خود ذات حق را ہمزبان بینے

بہنگام ثنایش گل فرو ریزد ز کلک من
نویسم مطلعے کز وے بہار بوستان بینے

بسوی کوی او رو کن کہ گلزار جنان بینے
بیاد روی او خو کن کہ عیش جاودان بینے

زہے شاہے کہ از "الفقر فخری" نغمہ پردازد
گلیمش را نگر تا فر سلطانی در آن بینے

رہ عرفان منور ہست از شمع جمالِ او گزر کن بر درش تا معرفت را ارمغان بینے

بدامانِ تصور جلوہ اش زانسان فرود آید کہ کنج خلوت دل را مثالِ گلستان بینے

بسان رحمت حق ہر طرف جاری ست فیض او زمشرق تا بمغرب و ز زمین تا آسمان بینے

ز طیبِ طیبۂ طیّب مشام جان معطر کن ہمین خاکِ مقدس سُرمۂ چشم جہان بینے

بغیر از استدادش کس نمی بیند مرادِ دل درش را سجدہ کن تا منزل حق را نشان بینے

نہ تنہا عرش گردان است بر گردِ حریمِ او کہ جبریل امین را حاجبش بر آستان بینے

خوشا خُلق عظیمِ او کہ جانہا تازہ می گردد زہے لطفِ عمیمِ او کہ دلہا شادمان بینے

فتوت ہم کابستش شجاعت خانہ زادستش ز درویشیِ او شانِ شہنشاہان عیان بینے

خیالش راحتِ جان و دل زیارت گاہ شوقِ او مرا در منزلِ یثرب چو گل در گلستان بینے

جہان می گویدش اُمّی و لے سرِّ دو عالم را اگر جوئی کلید اینک ہم از نامش نشان بینے

گدای کوی او چون بر دو عالم دامن افشاند بہر جانب کہ بینی حاصلِ دریا و کان بینے

زبانت باثنای خواجہ وحشت بر نمی آید ہمان بہتر کہ خود را در مدیحش بے زبان بینے

بسویم ای پناہ آستان یکرہ نگاہے کن کہ تا در آستان خویش ننگ آستان بینے

وجود من ہمہ عصیان ہمہ عصیان وجودِ من مرا نفسیت کادر اسر گروہ مفسدان بینے

نہ مارا نالۂ شوقے نہ مارا گریۂ گرمے دلے دارم کہ او را مست غفلت ہر زمان بینے

بدل زخمے ز تیغ الفت تو آرزو دارم
ہمی خواہم کہ از سوز غمم آتش بجان بینے

قطعه در تاریخ ترتیب دیوان

شد مرتب چون فقیرا اشعار من
مرحبا ای طالع مسعود نظم
خواستم بر از غیب سن تاریخ را
گفت هاتف کعبهٔ مقصود نظم

در تاریخ چاپ شدن دیوان

اینکه دیوان من است آئینهٔ جمال سخن
داشتم آنچه بدل از نهانی گفتم
گفته و در شبابست که جستم تاریخ
عاشق افزا سخن عهد جوانی گفتم

قطعات و رباعیات در تقریظ

مولوی محمد عبد الہادی خانصاحب وفا رامپوری مقیم شہر علیگڈھ

این نقشِ دلفریب کہ نور نگاہِ ماست ‏ ‏ از عالمِ مرقعِ بزمِ ادائے کیست؟
در اہتزاز آمدہ رگہای گوشِ شوق ‏ ‏ این گفتگوی دل ز لبِ جانفزائے کیست؟
رنگِ نشاط ریختہ در پردۂ دماغ ‏ ‏ این فیضِ روح از نفسِ مشکسائے کیست؟
این کاروانِ کیست کہ جانہا غبارِ اوست؟ ‏ ‏ ہان دستگاہِ فیضِ ازل رہنمائے کیست؟
این داستانِ کیست؟ زبانہا نثارِ اوست ‏ ‏ ہان نامہ و پیام و دعا از برائے کیست؟
صد نکتہای مشکل و صد عقدہای راز ‏ ‏ یارب فدای ناخنِ مشکل کشائے کیست؟
آخر تو بے نیازی و نازم بتو خوش است ‏ ‏ وابستۂ تو عجز عقیدت گرائے کیست؟
بے پردہ صد شکایت و در پردہ رسم و راہ ‏ ‏ از چشم ناشناس و دل آشنائے کیست؟
از دیدہ دور و مژدۂ نزدیکی خیال ‏ ‏ ہے ہے **وفا** ہلاکِ فریبِ وفائے کیست؟

مولوی سید علی حیدر صاحب نظم طباطبائی لکھنوی پروفیسر نظام کالج حیدرآباد دکن

سنو میری زبان سے وصف کچھ دیوان وحشت کا ‏ ‏ زمینِ شعر میں مینے بھی برسوں خاک چھانی ہے

اُٹھا کر دیکھ لے جو پھر نہ رکھے ہاتھ سے اسکو — یہ دیوان ہی کہ دستنبوی زہارِ معانی ہے

سخن جو ہے تجلی زار ہے برق معانی کا — غزل جو ہے ترانہ ریزِ سازِ لن ترانی ہے

عیاں ہر شعر برجستہ سے بے چینی طبیعت کی — کہ بلبل ہے چمن زاد اور ذوق پرفشانی ہے

بنا ہے دیدۂ نظارگی آئینۂ حیرت — مگر ہر ایک مضمونِ شگرف از رنگِ مانی ہے

مولانا حافظ قاضی مولوی عبد الحمید صاحب حمید ساکن کلکتہ

نازم فکرِ رضا علی وحشت را — در ریخت بہ پیکر سخن ندرت را

معنی طلبان را چمن آراست این — گلزارِ تماشا نگہہ صورت را

ولہ

این نامہ کہ از وحشتِ شورانگیز ست — دریای مضامینِ معانی خیز ست

ہر نقطۂ مشکین کہ دران می بینی — چون خالِ رُخِ نگار عنبر ریز ست

قطعاتِ تاریخ

حضرت سید ظہیر الدین احسن صاحب ظہیر دہلوی از تلامذہ ہند خاقانی ہند حضرت ذوق

چھپا جب حضرتِ وحشت کا دیوان — کہا ہر ایک نے گلزار ہے یہ

ظہیر اس گل کدہ کی ہے یہ تاریخ　　"عجایب گلشن بہجار ہے یہ"

۱۳۲۸ھ

خان بہادر مولانا سید اکبر حسین صاحب اکبر رئیس الہ آباد

"دیوان سے وحشت کے ہے ہر طبع کو اک اُنس　　دل کھل گیے ہیں رنگِ معانی کے چمن سے
حاصل ہوئی لذت بھی جو اشعار کو دیکھا　　تاریخ بھی پیدا ہوئی "تحقیق سخن سے"

۱۳۲۸ھ

خان بہادر مولانا سید علی محمد صاحب شاد رئیس عظیم آباد

صد احسنت و صد آفرین بر مصنف　　کہ در جمع دیوان محن ہا کشیدہ
بسے مدتے غوطہ زد تا بر آمد　　ز دریای فکرش گہرہای چیدہ
نداند کسے کز پئے کسبِ دانش　　چہا بر دلِ ذی کمالان رسیدہ
سخن آفرین را ہزاران نیایش　　ز جمع سخن خاطرش آرمیدہ
پئے سال طبعش ندا کرد ہاتف　　"چہ گلہا ز گلزارِ مضمون دمیدہ"

۱۳۲۸ھ

مولانا سید علی نقی صاحب صفی لکھنوی

(ابیات بروش مثنوی)

مژدہ کہ آراست دلِ آرای من　　خمکدۂ نو ز شرابِ کہن
نامۂ دیوان فصاحت نشان　　آمدہ چون وحی بہ دُردی کشان

مست شدم مست ازان جوی مے — تازہ دماغ و دلم از بوے مے

رقصم ازان بادہ چو پیمانۂ — کامدہ از حضرتِ جانانۂ

زانکہ منم عاشقِ نادیدہ اش — صید بدام وی و گرویدہ اش

او مہِ اوجِ سخن و ھالہ ام — معتقدِ جادوی بنگالہ ام ؛

وحشت فرزانہ بیدار مغز — از ہمہ دل بُرد بگفتار نغز

معجزۂ حسنِ خیالاتِ او — آیۂ روشن زکمالات او

دہ چہ سخن گسترِ نازک خیال — ہر غزلش شوخ تر ک از غزال

صید معانیش اسیرِ کمند — پایۂ نظمش ز ثریا بلند ؛

بر روشِ غالب و میر آمدہ — شاعر بے مثل و نظیر آمدہ

از اثرِ طبع سخن گوی اُو ؛ — فارسیش غازۂ اُردوی اُو

خامۂ ایجاد گرِ ش آفرید — نظم دل افروز بطرزِ جدید

ناطقہ بر جودتِ طبعش گواہ — نیک بہر صنفِ سخن دستگاہ

خاصہ بصورت گریٔ واقعات — بُردہ سبق از شعرای ثقات

ہر غزلش مایۂ لذت ہمہ — ماندہ در دِ محبت ہمہ

نغمہ در از زمزمہ اش سازِ نطق — سحرِ حلالش ہمہ اعجازِ نطق

تشنگیم در طلبِ ساغرے — ہدیہ فرستاد بہ من کوثرے

تا دلِ شوریدہ بفرطِ عطش — بر لبِ آن چشمہ شود جرعہ کش

دیدہ کلامش ہمہ۔ گفتم صفی | گوہر تاریخ بگفتم صفی
"اینہمہ از خونِ جگر نقش بست" | "گلکدہ یا دلکدہ وحشت است"
۱ ۱ ۹ ۶ ۸ ۲ ۳ ۱ ھ

مولانا حافظ سید فضل حق صاحب آزاد عظیم آبادی

چھپا دیوانِ وحشت مین نے دیکھا | سوادِ دیدۂ اربابِ فن ہے
یہ ہے نور شعاعِ شمسِ مغفور | اُسی سورج کی چکیلی کرن ہے
جہان مین سحرِ بنگالہ کی ہے دھوم | یہ اُس جادو اُس افسون کا چمن ہے
یہ ہے وہ نغمۂ شیرین بہ تحقیق | جوابِ طوطی شکر شکن ہے
کھٹک سی جسکی ہر پہلو مین۔ وہ پھانس | وہ ناوک جسکی ہر دل مین چُبھن ہے
پڑھین پڑھکر اسے خوش ہون سخنور | کہ گلبانگِ گلستانِ وطن ہے
تعالی اللہ سالِ طبعِ دیوان | "نہال تازۂ لطف سخن" ہے
۱ ۳ ۲ ۸

مولانا حافظ قاضی مولوی عبد الحمید صاحب حمید ساکن کلکتہ

(رباعی)

این نقش کہ از وحشت خوش تقریرست | مقبول سخنوران اگر ین تحریرست
چون فکرِ سنینِ طبع کردیم حمید | ہاتف گفتا۔ مبادی تسخیرست
۸ ۲ ۳ ۱ ھ

شمس العلما خان بہادر مولوی محمد یوسف صاحب جعفری عظیم آبادی

متخلص بہ رنجور چیف مولوی بورڈ آف اگزامینرس فورٹ ولیم کلکتہ

حقیقت مین دیوان وحشت نہین	یہ معشوق ہے اک بلیغ و صبیح
رہے معنوی حسن تو اک طرف	نہین ایک بھی اس مین لفظ قبیح
نہ دیجائے گر داد دیوان کی	تو انصاف پر ہے یہ ظلم صریح
جو رنجور! تاریخ کی فکر ہو	تو لکھدو۔ "کلام بلیغ و فصیح"

۱۳۲۲ھ

مولانا سید فضل الحسن صاحب حسرت موہانی۔ بی۔ اے۔ مدیر

اردوی معلیٰ۔ علیگڈھ

خوبیِ اشعارِ وحشت کا نہ کچھ پوچھو مزہ	میر و مرزا کا زمانِ شاعری یاد آگیا
مصرعۂ تاریخ کی مجھپر بھی لازم آئی فکر	گو نہین تاریخ گوئی سے مجھے کچھ واسطا
دیکھکر حسرت مجھے اس درجہ سرگرم تلاش	بول اُٹھا ہاتف "جواب میر و غالب ہے چھپا"

۱۳۲۶ھ

نواب سید عسکری مرزا خان صاحب بلیغ نیشاپوری لکھنوی

شد مرتب عجب کلام بلیغ | قابل دید نظم با ندرت
معجمہ سال عیسوی گفتم | "سر شوق رضا علی وحشت"
۶ ۱ ۹ ۱ ۱

ولہ

اُسکے الفاظ کی ہو مدحت کیا | نقطے نقطے مین جسکے ندرت ہے
اور دیوان یہ نہین ہے بلیغ | دیکھو دیکھو کلام وحشت ہے
رازداران ہجر کہتے ہین | "شرح معنی حسن و الفت ہے"
ھ ۱ ۳ ۲ ۸

ولہ

سال ہجری نہو کیون مصرعہ آخر مین بلیغ | بے اثر ہو نہین سکتا ہے پیام وحشت
ہم سے وارفتہ مزاجون کا خدا حافظ ہے | جوش کھاتا ہے لہو سنتے ہی نام وحشت
اشک آنکھون مین حسینون کی بھی بھر آتے ہین | سچ ہے "معیار وفا کا ہے کلام وحشت"
ھ ۱ ۳ ۲ ۷

ولہ

کس قیامت کا ہر اک شعر ہے دلچسپ بلند | با اثر مصرعہ با لشان جناب وحشت
امر حق جو تھا لکھا بہر سنین ہجری | "واقعی فرد ہے دیوان جناب وحشت"
ھ ۱ ۳ ۲ ۷

جناب میرزا محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی

آن کو کبۂ کمال وحشت | بنمود کلام خود منظم
خوشرنگ جواہرات معنی | در دامن نظم زد فراہم

از ہر غزلش بجیب و دامن گل چیدہ نگاہِ من دمادم

زین پیش زصاحبانِ فطنت آوازۂ اُو بگوشش خوردم

بنوشت صحیفۂ محبت دیوان برسید و شکر کردم

گفتیم عزیز سالِ طبعش "سلمائے سخن عروس عالم"

۱۳۲۸ھ

ولہ

شکر للہ کہ در دورِ سعید طبع شد خوب کلام وحشت

نظر افروز اولی الابصار است ان خوش اسلوب کلام وحشت

ریخت از کلکِ عزیز این تاریخ "ہست محبوب کلام وحشت"

۱۳۲۸ھ

ولہ

شکر ہے حضرت وحشت کا عطیہ پہنچا اسکو دیوان کہون یا کہ بُتِ نو آئین

اللہ اللہ حلاوت سخن وحشت کی لب جان بخش مسیحا سے کہین ہے شیرین

ہے کہین فلسفۂ غالبِ اعجاز بیان میر کے مائدۂ درد کی لذت ہے کہین

خردہ گیران سخن محو سپاس و مدحت دیکھکر پست ہوا حوصلۂ نکتہ چین

نہ مضامین ہین سطحی نہ خیالات رکیک ذوق نظارہ رکھے کیا نظر کوتہ بین

فکر وحشت نے زمانے مین شہنشاہی کی ربع مسکون معانی کو کیا زیر نگین

شعر وہ شعر کہ شعری کو خجالت جس سے نظم وہ نظم جو ہے رو کش عقد پرین

یون ہر اک بیت مین مضمر ہین معانی لطیف جیسے ہو چشم سیہ مست مین خواب نوشین

انتخاب آپکا "مخزن" مین نظر سے گزرا | شاہدِ ذوقِ سخن ہین غزلیاتِ حزین[۱]

قائلِ قوتِ اعجاز بیانی ہے عزیز | آپ ہین اکمل افرادِ بفرمانِ یقین

جلوۂ حسنِ مطالب ہے نہان شعرون مین | جیسے پردے مین صدف کے ہو نہان دُرِّ ثمین

حسنِ تخئیل وہ جس پر کہ فدا جانِ عزیز | فکر وہ فکر ہمیشہ سے جو اعجاز قرین

نغمۂ ریختہ ہو یا کہ زبانِ فارس | آپ کی دونون زبانونمین وقار تمکین

پارسی قند کی لذت سے ہے قرطاس نبات | اِنکے دیوان کا ہر صفحہ عشرت آگین

مختصر یہ ہے کہ دیوانۂ وحشت ہے عزیز | ہر سخن اُسکا ہمیشہ سے ہوا ذہن نشین

وقت فرصت سے بہت تنگ مگر ہے پھر بھی | دل خمیازہ کش دید کو ذوقِ تحسین

شوقِ دیدار کا پیہم ہے تقاضا مجھسے | مین دعا وصل کی دون اور کہے تو آمین

بسکہ تھا مست سخن مین بھی ۔ کہی تاریخ | "جام صہبا ہے یہ وحشت کا کلام رنگین"

۱۳۲۸ھ

جناب میرزا کاظم حسین صاحب محشر لکھنوی

تعالی اللہ چھپا دیوان وحشت | کہ جو رونق فزای انجمن ہے

اثر کی روح کہئے ہر غزل کو | تصدق عندلیب نغمہ زن ہے

خوشا جوشِ بہارِ نظم رنگین | کہ پھیکا رنگِ گلہاے چمن ہے

یہ دیکھو قوت طبع مصنف | مذاق نو کہین طرز کہن ہے

ع۱ اشارہ ہے اُس مضمون کی طرف جو مصنف نے شیخ علی حزین کے کلام پر لکھکر رسالہ مخزن دہلی مین شایع کیا ۱۲ -

کہو مطرع سال طبع **محشر** "یہ دیوان زینتِ بزمِ سخن ہے"

۱۳۲۸ھ

مولوی محمد احسن اللہ خانصاحب ثاقب اکبرآبادی مقیم علیگڈھ

مین کیا مدح دیوانِ وحشت لکھون کلام متین و دل آرا ہے یہ

ہے شاداب گلزار معنی ہنوز ہر اک شعر ترسے ہویدا ہے یہ

نہین اسمین گنجائشِ شک ذرا "خیالات زیبا کا دریا ہے یہ"

۱۳۲۸ھ

مولانا سید حسن مرتضیٰ صاحب شفق عمادپوری

یہ سطرین ہین کہ موتی کی ہین لڑیان زہے کلکِ گہر افشانِ وحشت

سخن منت کشِ اہلِ سخن ہے سخندانون پہ ہے احسانِ وحشت

مضامین جنونِ فتنہ زا سے قیامت خیز ہے سامانِ وحشت

شفق ہاتف پکارا سالِ تاریخ کہ "عشق آمیز ہے دیوانِ وحشت"

۱۳۲۸ھ

ولہ

حضرتِ وحشت کا دیوان چھپ رہا ہے آجکل لاجواب و بےنظیر و بےعدیل و بےمثال

تم یہ فرمائش جو ہے تاریخ کی لکھدو **شفق** "یادگارِ وحشت جادو بیان سحر کمال"

۱۳۲۸ھ

مولوی سید امجد حسین صاحب متخلص بسمل رئیس کاکوری مقیم کلکتہ

زیبد اگر این کلام دلکش گلدستۂ عاشقی بگویم
ہر شعر سر بیاض نامہ جعدِ بُتِ ارمنی بگویم
"قربانِ حدایقِ بلاغت" لبسمل سن عیسوی بگویم
۱۹۰۹ء

مولوی منصور احمد صاحب ایم-اے متخلص بہ منصور علیگڈھ کالج

چھپا ہے یہ دیوان کیا بینظیر خیالاتِ غالب ہین اور طرزِ میر
ہے بیجا اگر مدعی رشک کھائے یہ ہے نعمتِ خاصِ ربِّ قدیر
کواکب سہی دوسرون کا کلام "ہے دیوان وحشت کا بدرِ منیر"
۱۳۲۷ھ

جناب میر سید حسین صاحب سلیم لکھنوی

دیوان جو وحشت نے کیا ہے شائع گرویدہ ہے خلق اسکی یہ گرویدۂ خلق
ہاتف نے کہا سلیم سالِ ترتیب "یہ دفترِ رنگین ہے پسندیدۂ خلق"
۱۹۰۹ء

مولوی عبد الرحیم خانصاحب ممتاز بنگلوری از علیگڈھ کالج

حضرت وحشت نی کیا خوب ہے دیوان لکھا کیون نہ خریدار ہون اسکے صغیر و کبیر
چست ہین سب بندشین اور زبان ہے فصیح نقص نکالیگا کیا اِس مین کوئی خردہ گیر
اور جو دیوان ہین انمین یہ باتین کہان مومن و غالب کا رنگ لطف زبان امیر

سحر ہے اعجاز ہے پھر نہ چُھبے کسطرح — سینۂ عشاق مین بنکے ہر اک شعر تیر

طبع کا تم سے کوئی پوچھے جو ممتاز سال — کہدو "ہے دیوان چھپا داہ کیا بے نظیر"

١٣٢٧ھ

وله

گلستان عشرت کا گلبن ہے یہ — کہ باغ محبت کا گلبن ہے یہ

سن عیسوی لکھدو ممتاز تم — "خیالات وحشت کا گلبن ہے یہ"

١٩٠٩ع

مولوی اکمل علی صاحب اکمل متوطن کلکتہ شاگرد استادی حضرت شمس مرحوم

وحشتِ نکتہ سرا کا وہ ہوا دیوان طبع — جسکو گلہای معانی کا چمن کہتے ہین

برعایات مضامین وزبان شیرین — یہ وہ دیوان ہے جسے نہر لبن کہتے ہین

اور تاریخ اگر پوچھو تم اس کی اکمل — ہم اسے "کوکبِ رخشانِ سخن" کہتے ہین

١٩٠٩ع

مولوی بدر الزمان صاحب بدر متوطن کلکتہ

نوجوان دوست امبارک تجھے تیرا دیوان — جسکی ہر بیت ہے خجلت دہ ابروی بتان

قامت یار ہے ہر مصرع موزون تیرا — ہے ہر اک شعر مسلسل کہ ہی زلفِ خوبان

تیرا دیوان ہے ای وحشتِ اعجاز رقم — گل رنگین معانی کا شگفتہ بستان

ہو فدا جسپہ فصاحت وہ ہے طرزِ تحریر
نطق لے جسکی بلائین وہ ہے اندازِ بیان

تو مرا دوست ہی یہ بات عیان ہی سب پر
راستی شیوہ ہے میرا نہین یہ بھی پنہان

بخدا رسم تکلف سے ہے نفرت مجھکو
سچ مین کہتا ہون عجب چیز ہے تیرا دیوان

سن ہجری کے لئے جب ہوئی فکرِ تاریخ
"پیکر نغمہ" کہا دل نے مرے بدر زمان

۱۳۲۷ھ

مولوی تفضل حسین صاحب فطرت متوطن کلکتہ تلمیذ مصنف

کلام حضرت وحشت ہی فیضِ علمِ فصاحت
سخن تلاش نگہ کو ہے یہ نظام فصاحت

ہے طرزِ میر کہین اور کہین ہی شیوۂ غالب
نوازنانِ سخن! لیجیے پیام فصاحت

پیامبر ہین یہ سخن کے نہین ہی کچھ سخن اسیر
کلیم کو بھی نہو گا خیالِ خام فصاحت

ہمارے سر کو ہے سودا خیال حسن سخن کا
حریفِ زلف ہے گویا کسی کا دام فصاحت

نمودِ معنی روشن برنگِ پرتوِ مے ہے
کہون کتاب کو فطرت "فروغ جام فصاحت"

۱۹۰۹ع

مولوی ابو الفیض محمد عبد العلی صاحب ایم - اے - ایم - آر - اے - اِس - ایف - آر - اِیچ - اس - ایف - آر - اِس - اِل - رئیس کلکتہ - فی الحال ڈپٹی مجسٹریٹ

ضلع میمن سنگھ بنگالہ مشرقی۔ خلف الرشید

نواب عبداللطیف خان بہادر مرحوم

مجی حضرت وحشت کہ باشد   سر برآرای اقلیم کمالات

مرتب کرد خوش دیوان دلکش   زہے شیرینیِ طرز مقالات

چو پرسیدم زہاتف سال ترتیب   بگفتا "جوہر کانِ خیالات"

۱۳۲۶ھ

عالیجناب خواجہ محمد فضل صاحب متخلص بہ افضل خلف الصدق

خان بہادر آنریبل خواجہ محمد یوسف صاحب رئیس ڈھاکہ واز

ارشد تلامذۂ مولانا سید محمود آزاد مرحوم

زہے وحشت چامہ پرداز بنگ   کہ ز آوازۂ نظمش ابکم حسود

شود ز آب وتاب سخنہاے او   گل زرد گردون جو سوسن کبود

ہمیدون چہ خوش نغز گلدستۂ   بصد زین وزینت مرتب نمود

خیالش چو طبطاب ومضمون حج گوی   ز اقرانِ خود گوی سبقت ربود

سنین فی البدیہہ زد آفضل رقم   کہ "دیوان وحشت تجلی نمود"

مولوی وحیل الدین احمد صاحب وحشت صدیقی متوطن کلکتہ

شاگرد اوستاذی حضرت شمس مغفور

چھپ گیا دیوان میری دوست کا   یعنی وحشت کا گران پایہ کلام

ہے حلاوت اور اثر ہر شعر مین   کیون نہ یہ تصنیف ہو مقبولِ عام

ہر غزل پُر لطف ہر مصرع نفیس   شاہدِ حسن سخن ہے یہ کلام

ہو گیا روشن جہانِ شاعری   ہے یہ چرخِ فکر کا ماہ تمام

خامہ شیدا ہے زہے طرزِ رقم   نطق قربان ہی خوشا حسنِ کلام

بعدِ دورِ حضرتِ ناسخ و شمس   پھر کیا زندہ ان اُستادونکا نام

فکر تھی حسرت مجھے تاریخ کی   خامۂ رنگین تھا صرفِ اہتمام

مصرعِ برجستہ یہ دل نے کہا   "ہے شہِ اقلیم وحشت کا کلام"

جناب ڈاکٹر عزیز الرحمن صاحب ایم سی پی ایس کلکتہ

معروف بہ "مولانا شاہ سرمست چشتی الفخری"

مرحبا ای موجدِ نظمِ بیانِ حسن و عشق | تیرا دیوانِ سخن مقبولِ شیخ و شاب ہو
نظم برجستہ مضامین شستہ پاکیزہ سخن | کیوں نہ پھر یہ روشنیٔ دیدۂ احباب ہو
ہے ضیای شمسؔ پیدا فکرِ روشن سی ترے | کیا عجب گر سرمۂ چشمِ اولوالالباب ہو
لکھدو تم سرمست ہوں تاریخِ ترتیبِ کتاب | "تحفۂ دیوانِ وحشت ہدیۂ احباب ہو"

۱۳۲۷ھ

منشی محمد اسمٰعیل صاحب فرحت شاگرد خواجہ شہرت مرحوم عظیم آبادی

چھپ گیا جب حضرت وحشت کا دیوانِ سخن | دوستوں نے شش جہت سے دی تحسین کی صدا
آفرین ای یادگارِ شمسؔ استادِ زمان | نام بیشک تم نے بنگالے کا روشن کر دیا
جستجو مجھکو ہوئی فرحتؔ سنِ تاریخ کی | بولا ہاتف "پرفضا دیوانِ وحشت چھپ گیا"

۱۹۰۹ع

مولوی حبیب النبی خاں صاحب صولت تلمیذ اوستادی حضرت شمس مرحوم

کلامش چو گردید صولت مرتب | عیان بر جہان شد کمالاتِ وحشت
پئے سالِ میلادِ یش خواند ہاتف | "نو آئین و زیبا خیالاتِ وحشت"

۱۹۰۹ع

حضرت ضامن کنتوری

طرفہ طرازے بہ بست وحشتِ رنگین بیان | کش چو گلِ نوبہار دل کشد حرف حرف
ضامنِ ہرزہ رقم از پئے تاریخِ طبع | بر سرِ دیوان نوشت "نقش و نگارِ شگرف"

۱۳۲۸ھ

شمس العلما مولانا حالی "...... دیوان وحشت یعنی آپکے اردو فارسی کلام کا مجموعہ جو آپنے ازراہ لطف و کرم بندے کو بطریق ارمغان عنایت فرمایا ہے اولاً اُسکا شکریہ ادا کرتا ہون اسکے بعد اپنی حالت پر افسوس کرتا ہون کہ یہ عطیہ میرے حصے مین اُسوقت آیا جبکہ مین اُسکی قدر کرنے کے لائق نہین رہا

چیدند خوان نعمتے چون از جہان دل سیر شد
دادند آبِ زندگی اما پس از نزع روان

ہجوم امراض اور ضعف قویٰ کے سبب لکھنا پڑھنا مدت سے موقوف ہوگیا ہے۔ با اینہمہ یہ کہے بغیر نہین رہا جا سکتا کہ دیوان وحشت کے مطالعہ سے میرے دل مین بلا مبالغہ ایک عجیب کشش پیدا ہوئی ہے۔ اول تو آپ کا تخلص مرزا اسد اللہ خان مرحوم کی صحبت کے ایک اعلیٰ رکن یعنی سید غلام علیخان وحشت کی یاد کو تازہ کرتا ہے جنکی نسبت مرزا صاحب اپنی ایک اردو غزل کے مقطع مین فرماتے ہین

وحشت و شیفتہ اب مرثیہ لکھیں شاید
مرگیا غالب آشفتہ نوا کہتے ہین

دوسرے آپکی طرز سخن سنجی دیکھکر زمانہ کے انقلاب پر ایک مسرت آمیز تعجب کا سمان دل پر چھاجاتا ہے۔ خدا کی شان ہے کہ جس بزرگ پر اہل کلکتہ کی طرف سے سنین ماضیہ مین دو بار حد سے زیادہ اعتراضات کی بوچھاڑ ہوئی تھی اور نکتہ چینی کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہین کیا گیا تھا آج کلکتہ کے ارباب فضل و کمال مین سے ایک یگانہ و برگزیدہ شخص اُسی بزرگ کے تتبع پر فخر کرتا ہے۔ غالبًا آپ نے اپنے سن رسیدہ ہموطنون سے سُنا ہوگا کہ جب مرزا غالب مرحوم اپنی موروثی پنشن کے متعلق گورنمنٹ ہند مین استغاثہ کرنے کی غرض سے کلکتے گئے ہین اُسوقت اہل کلکتہ نے اُنکے فارسی کلام پر اعتراض کئے تھے جپر مرزا صاحب نے ایک مثنوی موسوم بہ باد مخالف لکھی تھی جو انکے کلیات مین موجود ہے۔

پھر ایام غدر کے بعد اُنکی کتاب قاطع برہان کے خلاف مولوی احمد علی بیگ متخلص بہ احمد رئیس کلکتہ نے ایک مستقل کتاب موسوم بہ موید البرہان نہایت درشت و تلخ لہجہ مین ترتیب دیکر شائع کی تھی۔ مگر آپنے مرزا کے تتبع کا پورا پورا حق ادا کر کے ثابت کر دیا کہ سچائی کا مقابلہ کیسی ہی سخت

کے ساتھ کیا جاے وہ آخر کار اپنا نقش لوگون کے دلون پر جمائے بغیر نہین رہتی۔ مولانا اگر انصاف سے دیکھئے تو مرزا کا تتبع کرنا درحقیقت ہم لوگون کا حق تھا مگر آپ نے ہمارا یہ حق ہم سے چھین لیا ہے سچ ہے "دُوران باخبر در حضور۔ و نزدیکان بے بصر دور"۔ تکلف برطرف اگر مرزا صاحب کے اُن بلند اور اچھوتے خیالات کو جنمین وہ اپنے تمام معاصرین مین ممتاز تھے مستثنی کر لیا جاے تو آپ کے اُردو دیوان کو بے شائبۂ تصنع اُن کے کلام کا نمونہ قرار دینا ہرگز داخل مبالغہ نہین ہو سکتا اور چونکہ ایشیا کی قدیم شاعری بظاہر چراغ سحری معلوم ہوتی ہے اور فارسی زبان ہندوستان سے آہستہ آہستہ مفقود ہوتی جاتی ہے اسلئے کہا جا سکتا ہے کہ آیندہ کیا اُردو اور کیا فارسی دونون زبانون مین ایسے نئے دیوانون کے شائع ہونے کی بہت ہی کم امید ہے۔ خدا تعالی آپکی عمر مین برکت دے کہ آپ ہمارے قدیم اہل کمال کی یادگار اور انکا نام زندہ کرنے والے ہین"......۔

شمس العلما علامہ شبلی نعمانی

...... آپ کے کلام مین من حیث الاغلب جدت۔ ندرت اور پختگی ہوتی ہے، غالب اور مومن کی ترکیبین اور طرز ادا آپ سے خوب بن پڑتی ہین۔

حضرت ظہیر دہلوی یادگار حضرت ذوق

...... آپ کا کلام بلاغت نظام دیکھکر بخداے لایزال کسی شاعر کا کلام نظر مین نہین جچتا - غالب ثانی ہونے مین آپکے کوئی کلام نہین - خدا کی قدرت ہے ایسے ایسے باکمال ہندوستان مین چھپے بیٹھے ہین - اللھم زد فزد -

مولانا احمد علی صاحب شوق قدوائی - لکھنوی

مصنف مثنوی "ترانۂ شوق" - نے دیوان پر ایک تقریظ[1] تحریر فرمائی ہے جسکا اقتباس ذیل مین درج ہے - "...... مین سب سے پہلے یہ کہے دیتا ہون کہ مجھ سے اور حضرت وحشت سے شناسائی بھی نہین ہے - مقصد یہ ہے کہ جو کچھ مجھے اس دیوان کے متعلق لکھنا ہے - اُسے لوگ محبت یا مروت پر محمول نہ کرین - اگرچہ مین کبھی کبھی غزل کہتا ہون مگر فی نفسہ مجھے تغزل کی جانب رغبت بہت کم ہے کبھی کسی کی فرمائش سے مجبور ہو جاؤن یا کبھی دل خود ہی کسی زمین کو پسند کر اُٹھے تو دوسری بات ہے - مطلب یہ ہے کہ بیس بائیس برسون سے مین نے کسی کا دیوان نہین دیکھا مگر اب دیکھا تو حضرت "وحشت" کے دیوان کو - دیوانِ وحشت مین کیا اثر ہے جسکے سبب سے وہ وحشت جو مجھے غزلون کو

[1] یہ تقریظ رسالہ مخزن دہلی (بابت ماہ مئی ۱۹۱۰ء) مین شائع ہوئی ہے -

دیکھکر ہوا کرتی تھی رغبت سے بدل گئی اور مین نے اِسے اول سے آخر تک بہت شوق سے دیکھا - بات یہ ہے کہ آج کل ہندوستان مین حضرت غالب اور حضرت میر کی تقلید کرنے والے زبان کے دعوے سے تو اکثر پاے جاتے ہین مگر کلام کے رنگ سے کم - مین نے کم کا لفظ صرف اس بنا پر لکھا ہے کہ پوری تقلید حضرت غالب کے رنگ کی حضرت "وحشت" ہی نے کی ہے اور اُن کی ذات واحد "کم" ہی کے لفظ کی مصداق ہوسکتی ہے - دوسرے الفاظ مین یہ کہنا چاہئے کہ وہ اس تقلید مین قوت طبع اور جودت فہم سے یکتای فن رہے ہین - یہی اثر ہے جس نے جدتِ رنگ سے مجھے اس دیوان کی جانب کھینچا -

مین بغیر نظرِ انتخابی کے چند اشعار حضرت وحشت کے لکھے دیتا ہون جو خود ہی اپنے رنگ کی خوبیون پر بول اُٹھینگے -

ہمارے صبر سے پیدا تھا اِک عنوانِ بیتابی
کبھی سر کی بھی لیتا تھا خبر جو ہاتھ دل پر تھا

جان دینے سے مجھے دادِ وفا تھی مطلوب
بے وفا چار گھڑی بھی تو پشیمان نہ رہا

قدردانی کی کیفیت معلوم
عیب کیا ہے اگر ہنر نہوا

اُسی کا بیوفا دل کاش اُس کافر کو سمجھا دے
سمجھ مین اُسکے آتی ہی نہین یارب زبانِ دل

پیمان وفاے یار ہین ہم
یعنی ناپائدار ہین ہم

کسکو خبر نہین ہے کہ دیتا ہے وہ فریب
یان تو فریب کھانے کی عادت ہے کیا کرون

بگرا نما نگی خویش و بلطفِ دہر | ہون مین وہ جنس کوئی جسکا خریدار نہین
مطلب ہے سیر باغ سے افزائش جنون | ورنہ دھرا ہی کیا ہے نسیم بہار مین
عدو کو تم سے جو ربط نہان ہے کیون کہو مجھ سے | عنایت سے مین باز آیا نہ سمجھو راز دان مجھکو

رباعی

تم وعدے بھی کرتے ہو مکرتے بھی ہو | تم آپ بگڑتے بھی سنورتے بھی ہو
عاشق سے جفا کے بعد کرتے ہو وفا | کیا خوب! ڈراتے بھی ہو ڈرتے بھی ہو

مین نے اوراق کو اُلٹ پلٹ کر یہ اشعار لکھ دیئے ہین جو خوبیِ تقلید اور حسن معانی کے ثابت کرنے کو کافی ہین ورنہ ایسا شاذ ہی کوئی شعر ہو جو جدت لطف سخن۔ طرز فصاحت اور عشق یا حسن کے پُر اثر جذبے سے خالی ہو۔

مین نے اِس خوبی کے ساتھ اور بھی اپنی دلچسپی پائی کہ حضرت وحشت کلکتے کے رہنے والے ہین لیکن اُنھون نے زبان کو اسقدر صاف۔ درست اور بامحاورہ کیا ہے کہ گویا وہ دہلی یا لکھنو مین پیدا ہوئے اور وہین رہے....

مین مطول کو مختصر کر کے آخر مین اسقدر لکھ دینا کافی سمجھتا ہون کہ "دیوان وحشت" لفظاً کے ہر معنی سے لطیفت ہے اور اسکا ہر شعر قابل دیکھنے اور داد دینے کے ہے۔ سچ یہ ہے کہ حضرت وحشت اپنی طبیعت کی جولانیون سے اپنے ارادون مین پورے طور پر کامیاب ہوئے ہین۔"

شمس العلما نواب سید امداد امام صاحب اثر رئیس عظیم آباد نے اپنے ایک
عنایت نامے مین قبل اشاعت دیوان تحریر فرمایا۔ "...... اس امر کی دریافت
سے کہ دیوان جناب کا زیر طبع ہے نہایت مسرت قلبی حاصل ہوئی۔ حقیقت
یہ ہے کہ کلام معجز نظام ایسا ہی ہے کہ اسکی اشاعت ایک امر ضروری ہے
میری دانست مین بالیقین آپ مجتہد فن ہین۔ خداے تعالیٰ آپ کی ذات
بابرکات کو حی و قائم رکھے۔ آمین۔ خیر الناس من ینفع الناس۔ بلاشبہ
آپ کا وجود باجود منبع فضل و فیض ہے"۔

مولانا سید علی حیدر صاحب نظم طباطبائی لکھنوی "...... آپ کے
کلام کی داد نہ دینا سخن ناشناسی کی دلیل ہے۔

مولانا سید علی نقی صاحب صفی لکھنوی "...... مین مدت سے آپکے کلام کا دلدادہ
ہون اور غائبانہ دعاگو۔ جب کسی رسالے مین جناب کا کلام بلاغت نظام
دیکھ لیتا تھا تو بیحد روح کو بالیدگی ہوتی تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ نعمت
غیر مترقبہ گھر بیٹھے حاصل ہوئی"۔

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب اقبال ایم - اے - پی - ایچ - ڈی بیرسٹرایٹ لا - لاہور.....

"مین ایک عرصہ سے آپکے کلام کو شوق سے پڑھتا ہون اور آپکا غائبانہ مداح ہون - دیوان قریباً سب کا سب پڑھا اور خوب لطف اُٹھایا - ماشاراللہ آپ کی طبیعت نہایت تیز ہے اور فی زمانتا بہت کم لوگ ایسا کہہ سکتے ہین - آپ کی مضمون آفرینی اور ترکیبون کی چستی خاص طور پر قابل داد ہے - فارسی کلام بھی آپ کی طباعی کا ایک عمدہ نمونہ ہے - شعر کا بڑا خاصہ یہ ہے کہ ایک مستقل اثر پڑھنے والے کے دل پر چھوڑ جائے سو یہ بات آپکے کلام مین بدرجہ اتم موجود ہے"
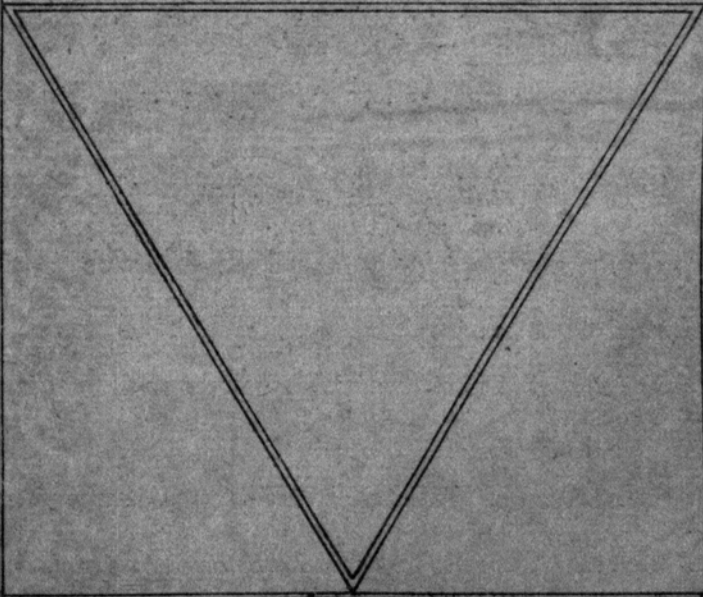
اُردوی معلیٰ بابت ماہ اپریل ۱۹۱۱ء مولانا سید فضل الحسن صاحب حسرت۔ بی۔ اے۔ تحریر فرماتے ہین۔ "مولوی رضا علی صاحب وحشت متوطن کلکتہ زمانہ موجودہ کے ان چند برگزیدہ شعرا مین سے ہین جنکے حسن کلام پر اُردو شاعری کو فخر کرنا چاہیے۔ آپ نے حال مین اپنے کلام کے جملہ اصناف کا ایک مجموعہ دیوان وحشت کے نام سے چھپوایا ہے ..... حضرت وحشت کی شاعری پر تفصیلی تنقید کے لئے ایک علحدہ مضمون درکار ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ اپنے وقت پر اُردوی معلیٰ مین بضمن تذکرہ شعرا شائع ہوگا......"

[ا] اور بھی رسالون مین ریویو نکلنے والے ہین جنکا انتظار نہ کیا گیا۔ دیوان کی اشاعت مین اور زیادہ تاخیر نامناسب سمجھی گئی۔ ۱۲

اخبار زمیندار ۲۴- اپریل ۱۹۱۰ء - مولوی ظفر علیخان صاحب بی-اے - رقم فرماتے ہین" مولوی رضا علی صاحب وحشت گمنتی کے اُن سخنورون مین سے ہین جنکا کلام اپنی رنگینی و رعنائی کے باعث قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے - آپ کی نازک خیالی اور معنی آفرینیان ذوق سلیم سے خراج تحسین وصول کرتی ہین اور ملک کے سربرآوردہ اُردو رسایل اپنے حصہ نظم کو آپ کی غزلیات سے زینت دینا داخل فیشن سمجھتے ہین - مولانا کے کلام کا بڑا حصہ ملک کے سخن سنج طبقہ تک اگرچہ اس طور پر پہلے ہی پہنچ چکا ہے لیکن ہم اِس ضرورت کو ایک عرصے سے محسوس کر رہے تھے کہ آپ اپنے کلام کا مکمل مجموعہ مرتب کر کے شایع کر دین تاکہ نہ صرف وہ حضرات جو پہلے ہی اُس سے مستفیض ہو چکے ہین اس سے قند مکرر کا لطف اُٹھائین بلکہ دوسرے ذی مذاق اصحاب بھی اِس سے بہرہ اندوز ہو سکین - اس ضرورت کو مولانا نے ڈیڑھ سو صفحے کے ایک دیدہ زیب دیوان کی اشاعت سے پورا کیا ہے جس مین آپ کی مختلف الاصناف نظمین جمع کر دی گئی ہین -

مولانا کے دیوان مین سے نمونہ کے طور پر کسی حصہ کا انتخاب کرنا بوجہ اُسکے حشو و زوائد سے پاک ہونے کے ویسا ہی مشکل ہے جیسا دیوان حافظ کا انتخاب کرنا - اسلئے اپنے ناظرین کو اُس لطف مین شریک

کرنے کے لئے جو اسکے مطالعہ سے ہمین ہر دفعہ نئی لذت کے ساتھ حاصل ہوتا ہے ہم پہلا ورق اُلٹ کر پہلی ہی غزل درج کرتے ہین جس سے آپ کی تخیل کی پرواز کا اندازہ ہو سکتا ہے

+ + + + + + + + + + + +

اس قسم کے شکرین ترانون سے جنھین سُن سُنکر روح وجد مین آتی ہے دیوان بھرا پڑا ہے - مولانا وحشت ریختہ گوئی ہی کے فن مین ید طولےٰ نہین رکھتے بلکہ آپ کا فارسی کلام بھی اُستادانہ رنگ مین ڈوبا ہوا ہے جس زمانہ مین ہزرایل ہائنس پرنس آف ویلس رونق افروز ہند ہوئے تو مولانا نے ایک مخمس ہزرایل ہائنس کی مدح مین تحریر فرمایا تھا جس کے ہر بند پر قاآنی کی روح بھی آفرین کہتی ہوگی -

+ + + + + + + + + + +

ایک وہ زمانہ تھا کہ شاعر ایک شعر کہتا تھا اور سخن شناس اسکے صلے مین اُسے سونے چاندی مین تولتے تھے - رضی دانش نے جب یہ شعر کہا کہ

تاک را سرسبز کن ای ابرِ نیسان در بہار
قطرہ تا مے می تواند شد چرا گوہر شود!

تو دارا شکوہ نے اُسے ایک لاکھ روپیہ عطا کیا - یا ایک یہ زمانہ ہے کہ تخیل کے جواہر ریزون کے ایک ایسے بے بہا گنجینہ کی قیمت جیسا کہ دیوان وحشت ہے

ایک روپیہ رکھی گئی ہے لیکن زمانہ کی ناقدردانی سے بیچارہ شاعر اپنے دیوان کے سرورق پر غالب کے الفاظ مین یہ دلخوش کن اندیشہ ظاہر کرتا ہے ؎

تا ز دیوانم کہ سرمست سخن خواہد شدن؟
این مے از قحط خریداران کہن خواہد شدن!

لیکن باوجود نظم کی کسادبازاری اور ابنای زمانہ کی ناقدری کے ہمین یقین ہے کہ ہمارے دوست مولوی رضا علی وحشت کا کلام اپنی قدر کراکر رہیگا - اور اُنکے دیوان کے کئی دفعہ چھپنے کی نوبت آئیگی - ہمارے ناظرین مین سے جو صاحب اس گنج شائگان کو کوڑیون کے مول خریدنا چاہتے ہون وہ مصنف سے طلب فرما سکتے ہین"۔

رسالہ دلگداز لکھنو بابت اپریل سنہ ۱۹۱۰ء - مولوی عبدالحلیم صاحب شرر لکھنوی تحریر فرماتے ہین :-

"...... حضرت وحشت کی طبیعت شاعری کے لئے بہت مناسب واقع ہوئی ہے کلام مین خاص رنگ اور خاص لطف ہے - پُرانے مذاق کے نباہنے کے ساتھ جدید رنگ کی شوخیان اور دلچسپیان بھی پیدا کرنا حضرت وحشت کا خاص رنگ ہے ..... ہمین یقین ہے کہ نقادان سخن اس دیوان کو ملاحظہ کرکے خوش ہونگے"۔

رسالہ ادیب الہ آباد بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۱۰ء۔ منشی نوبت راے صاحب نظر لکھنوی رقم فرماتے ہین "زمانۂ حال کے اُن شعرا مین جنھون نے اپنی شاعری مین انداز قدیم کی تقلید کی ہے اور پرانے سوز و گداز کی شمعون کو نئی لالٹینون مین روشن کر کے ید بیضا دکھایا ہے ہمارے معزز کرمفرما مولوی رضا علی صاحب وحشت ایک ممتاز رتبہ رکھتے ہین۔ ہم انکے موثر کلام کے نمونے "خدنگ نظر" کے صفحون مین چھاپ چکے ہین جسے بارہ تیرہ سال کا عرصہ ہوا۔ اُس زمانے سے ابتک اُنکی شاعری ایک رنگ خاص مین برابر ترقی کرتی گئی ہے اور مشق سخن کے ساتھ کلام مین پختگی۔ اثر۔ اور بلند خیالی کے جوہر نہایت تابناک طور پر نمایان ہوتے رہے ہین.... یہ دیکھکر کہ کلکتے مین اُردو زبان کا کسقدر کم چرچا ہے جسکا ہمین ذاتی تجربہ حاصل ہے حضرت وحشت کی شاعری ایک معجزہ معلوم ہوتی ہے۔ اب سے بیس سال پیشتر جب ہم کلکتے مین مقیم تھے تو وہان صرف ایک اردو اخبار گوہر آصفی نکلتا تھا اور حضرت شمس مرحوم کی ذات بابرکات سے اُردو شاعری کا کچھ چرچا سُنائی دیتا تھا۔ اب اُسی شہر مین ایسے ایسے شاعر پیدا ہو گئے ہین جو اہل زبان سے ہمسری کا دعویٰ کر سکتے ہین"۔

رسالہ معیار لکھنو بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۱۰ء۔ جناب میرزا کاظم حسین صاحب محشر لکھنوی نے ریویو رقم فرمایا ہے جسپر اڈیٹر جناب

سید علی محسن خانصاحب آہ بر لکھنوی کا تائیدی نوٹ ہے "...... جہانتک میرا خیال ہے ادبی رسایل کے ذریعے سے مصنف دیوان کو ملک مین بہت سے تعلیم یافتہ لوگ جانتے ہونگے۔ انکے کلام کا ایک مدت سے مین بھی غائبانہ شیدائی اور دلدادہ ہون .... آپکے کلام پر تنقیدی نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب وحشت کو سرمایہ شاعری من جانب اللہ عطا ہوا ہے اکتسابی کوشش کا ذرا لگاؤ نہین۔ آپکے سینے مین با اثر دل حقیقی جذبات کا مخزن ہے۔ دیوان مین ہر غزل مختصر ہے جسکے اشعار اکثر دلکش ہین اور بے حد اثر مین ڈوبے ہوئے۔ تقلید مرزا غالب مرحوم مین جسقدر مشق کی ہے اُسکی خوبصورت اور حسین تصویرین صفحات دیوان پر جا بجا پائی جاتی ہین۔ فارسی ترکیبون کے صرف کرنے مین خداداد طبیعت کو سلیقہ خاص عطا ہوا ہے۔ سب سے بالاتر اور لائق تحسین یہ امر ہے بلکہ اسیکو مشق کمال بالکمال مشق کہنا چاہیے کہ فارسی بندشون مین ادائے خیال کے وقت کسی مقام پر کہین اُلجھن نہین جو مضمون ہے وہ موتی کی طرح صاف جو تخئیل ہے وہ بالکل پاک و پاکیزہ۔ یہی طریقہ بلاغت کی جان اور یہی انداز فصاحت کی روح ہے.....

..... تمام دیوان دہلی اور لکھنو کی زبان کا اصلی نمونہ ہے...... تمام کلام موجودہ شایستگی و تہذیب کے موافق زمانہ حال جس شاعری کی خواہش کر رہا ہے بعینہ وہی تعلیم یافتہ گروہ جس قسم کی سخنوری کو اپنی انجمنون اور

صحبتون کے لئے زیب وزینت خیال کرتا ہے اول سے آخر تک وہی" حضرت محشر پھر اپنے ایک عنایت نامے مین فرماتے ہین" بخدا کہ آپکی شاعری وسخنوری تہذیب نظم اور ادا ے خیالات جدید مین روح پھونکنے والی ہے اگر ملک مین چند شاعر ایسے ہی پیدا ہو جائین تو شاعری از سر نو میر و غالب کا دور دکھا دے"۔

صلای عام دہلی بابت ماہ اپریل ۱۹۱۰ء - خان بہادر میر ناصر علی صاحب رئیس دہلی تحریر فرماتے ہین "مولوی رضا علی وحشت کا کلام ابھی چھپا ہے۔ کلکتہ سے اور ایسے کلام سے ذرا مناسبت تھوڑی نظر آتی ہے کہ دہلی اور لکھنو کی زبان سے کسی طرح کم نہین ...... غالب کی طرز پر طبع آزمائی کی ہے ...... غزلیات کسی مستند شاعر کے کلام سے کم مرتبہ کی نہین"۔

زمانہ کانپور بابت ماہ جون ۱۹۱۰ء۔ منشی دیا نراین نگم صاحب بی۔اے۔ اڈیٹر تحریر فرماتے ہین" جناب مولوی رضا علی صاحب وحشت کے نام نامی سے اکثر لوگ واقف ہین ...... نقادان سخن آپ کے کلام کو ہمیشہ دلاویزی سے دیکھا کئے ہین۔ ایشیائی شاعری مین آپ کو سخنورانہ دستگاہ حاصل ہے اور جدید رنگ مین بھی آپکا کلام خاص طور پر قابل قدر و اعزاز سمجھا جاتا ہے ...... جسقدر کلام ہے

وہ گویا چیدہ اور منتخب ہے..... بندش نہایت صاف اور چست،
الفاظ کی ترتیب اور نشست استادانہ ہے۔ سخن سرائی مین آپ
حضرت غالب کے پیرو ہین اور واقعی اکثر اشعار مین غالب ہی کا رنگ
موجود ہے۔ مضمون آفرینی کے ساتھ عاشقانہ سوز و گداز اور دردمندانہ
جذبات کو قائم رکھنا آسان کام نہین ہے مگر جناب وحشت نے
اپنے کلام مین اِن سب خوبیون کو یکجا کر دیا ہے اور اس لحاظ سے آپکا
دیوان اہل سخن کے لئے ایک بے بہا تحفہ ہے..... غرض ایشیائی
شاعری اور جدید رنگ کی سخن طرازیون کا ایک دلاویز مجموعہ ہے۔"

صحت نامہ

صفحہ	مصرعہ غلط	مصرعہ صحیح
۵	گرہ ہو کر رہا ہے میری دل مین پیچ وتاب اُسکا	گرہ ہو کر رہا ہی میرے دل مین پیچ وتاب اُسکا
۷	دہر فانی تھا عجب عبرت کدہ	دہر فانی ہے عجب عبرت کدہ
۱۵	خزان سی پژمردہ ہو نہ جائے ہر بھر اباغ آرزو کا	خزان سی پژمردہ ہو نہ جائے ہرا بھرا باغ آرزو کا
۱۶	جز اا شک ریزی اور نہ کچھ بن پڑا جواب	جز اشک ریزی اور نہ کچھ بن پڑا جواب
۱۹	بلبل ہے پس موسم گل فصل خزان تھی	بلبل ہی پس موسم گل فصل خزان بھی ہو
۲۱	ترے حجاب نے ہی تو مجھے کیا گستاخ	ترے حجاب ہی نے تو مجھے کیا گستاخ
۲۸	نہ بانگ درا ہے نہ صورتِ جرس	نہ بانگِ درا ہے نہ صوتِ جرس
۳۴	یہی اک تھا صحرا کا چشم وچراغ	وہی اک تھا صحرا کا چشم وچراغ
۴۰	نومیدی ویاس دچار سُو ہے	تو میدی ویاس چہار سُو ہے
۴۳	کیا آگ لگ دل امیدوار مین	کیا آگ لگ گئی دلِ اُمیدوار مین
۴۶	ای کمال شوق تیری ناتمامی کیا کہون	ای کمال شوق تیری ناتمامی کیا کہون
۵۵	مجھسے جو کھنچے رہتے ہو یہ ناز ہے کیسا	مجھسے جو کھنچے رہتے ہو یہ ناز ہے کیسا
۶۴	عادت سی ہو گئی اسے انقلاب کی	عادت سی ہو گئی ہے اسے انقلاب کی
۷۱	جان کردون گا فدا اُسپر وفور شوق مین	جان کردونگا فدا اُسپر وفورِ شوق مین
۱۱۰	کہ راہ کعبہ می پوید تو چون گشتی کنشت ما	کہ راہ کعبہ می پوید تو چون گشتی کنشتِ ما
۱۱۸	بزم او تپش دل بلا سبب نبوید	بزم او تپش دل بلا سبب نبود
۱۳۴	کہ بوی روح فزایش زدل ربوہ ملال	کہ بوی روح فزایش زدل ربودہ ملال
۱۳۵	کہ دارد از نقش شاہد کمال جمال	کہ دارد از نفسش شاہد کمال جمال

کتاب مصنف کے پتے [نمبر ۱۴ کڑایہ روڈ
ڈاکخانہ بالیگنج شہر کلکتہ] سے طلب فرمائیں۔

اس کتاب کی
رجسٹری بفحوای قانون
بستم ۱۸۶۷ء سرکار مین
ہوگئی ہے۔ کوئی صاحب بلا
اجازت چھاپنے کا
قصد نکرین۔

احقر محمد غنی حیدر نے اپنے مطبع ستارۂ ہند
واقع کلکتہ نمبر ۳۲/۳ منیاپوکھر روڈ مین چھاپا

تعداد جلد ۱۰۰۰

قیمت فی جلد عہ